مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

(ایڈیٹر)
محمد شفیق قیصر

ستمبر 1967

"مسجد نصرت جہاں" احمدی مستورات کے چندوں سے بنائی گئی اس مسجد کا اح سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جولائی کو فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِستبقوا الخیرات

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

—— المصلح الموعودؓ ——

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۱۳ — شمارہ ۱۱

جمادی الآخر ۱۳۸۷ھ / تبوک ۱۳۴۶ہش

ستمبر ۱۹۶۷ء

(ایڈیٹر)

محمد شفیق قیصر

ترتیب

• مبارک سفر اور اس کے مبارک ثمرات	اداریہ	۲
• سید عبد الباسط مرحوم		
• لا یمسّہ الا المطہرون		۸
• خطبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم		۹
• ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام		۱۱
• سیدنا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ		۱۲
• حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض		۱۵
• مشرقی پاکستان میں احمدیت کا آغاز		۱۸
• ایک تڑپ (نظم)		۲۰
• زبان اُردو کی اہمیت		۲۱
• "خالد" (نظم)		۲۶
• وفورِ شوق (نظم)		۳۱
• گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں (نظم)		۳۲
• جوانی —— خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا زمانہ		۳۳
• دید و شنید (مختلف احباب)		۳۶
• ولائی امر میدانِ جنگ میں		۴۱
• ایڈیٹر کی ڈاک		۴۴
• ناصحانہ مشورہ (نظم)		۴۷

(محمد شفیق قیصر پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی سے شائع کیا۔)

مُبارک سفر اور اس کے مُبارک ثمرات

ہم اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نہایت کامیاب دورہ یورپ
امان کے سایہ میں مرکز میں بخیریت مراجعت پر قارئین خالد کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ سفر خواہ اپنے ملک میں ہی ایک
دوسری منزل کا ہو خطرات سے خالی نہیں ہوتا اور اگر سمندر پار کا سفر ہو تو رختِ سفر باندھتے ہی گوناگوں اندیشے جنم
اور ان اندیشوں کی کشتی اسوقت تک ڈگمگاتی رہتی ہے جب تک محبوب خیر و عافیت کے ساتھ لوٹ نہ آئے
اپنی نگاہیں اسے ایک نظر نہ دیکھ لیں۔ حضرت امیرالمومنین کی بخیریت واپسی پر جسموں کے ساتھ ساتھ ہمارے دل
سے لبریز ہو کر بارگاہِ خدا میں سجدہ ریز ہیں اور الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضور پُرنور کا یہ سفر ثمر آور رہا۔

یہ سفر ذوقِ سیاحت کی آسودگی کی خاطر نہ تھا۔ ابھی ابھی اسرائیل اور عرب ملکوں کے درمیان خونریز جنگ ہو چکی
اور دونوں فریق پھر لڑنے کے لئے کمربستہ ہیں نہیں معلوم کہ کس پل پھر آتش و آہن کی بارش شروع ہو جائے۔ ایسے
حالات میں کون دانا شخص محض سیر و سیاحت کی غرض سے ان دُور دراز ملکوں کا رُخ کرتا ہے جن کے باشندوں کے دل
بین الاقوامی کشیدگی نے نفرت کا سمندر موجزن کر دیا ہو — لیکن اس سفر کے پیچھے تو کچھ اور ہی جذبہ کار فرما
تثلیث کے گہوارہ میں نغمۂ توحید بلند کرنے کا جذبہ، مادیت کی دلفریبیوں میں کھو جانے والوں کو ایک ہولناک
امان دینے کا جذبہ اور ان کو ایک بھرپور انذار کی شکل میں اس تباہی کے بارے میں انتباہ کرنیکا جذبہ۔ جیسا کہ حضور نے خود فرمایا

”میرے سفرِ یورپ کا مقصد اہلِ یورپ کو یہ پیغام دینا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اپنے آپ کو تباہی سے بچا لیں۔“

اور پھر ۲۸ر جولائی کی شام کو وانڈز ورتھ کے میئر، برطانوی پارلیمنٹ کے ممبر اور دوسری معزز شخصیتیں جمع ہوئی
مشرقی وضع قطع اور پاکستانی لباس میں ملبوس ایک پرکشش شخصیت سامنے آتی ہے اور ببانگِ دہل اعلان کرتی ہے کہ
یورپ کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنے جھوٹے خداؤں کی محبت اور مادی طاقت کے نشہ کی بدمستی کو خیرباد کہیں اور اپنے
رب کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں ورنہ وہ اس ہولناک تباہی کے ہاتھوں نابود ہو جائیں گے جسکی پیشگوئی اس دور کے
سرزمین یورپ کے قلب میں اس جرأت سے انتباہ کرنے والا کون تھا؟ یہ کسی طاقتور اور عظیم ملک کا نمائندہ نہ تھا کہ
طاقت و دولت کے نشہ میں سرشار قوم کا ہی لیڈر نہ تھا اور نہ ہی یہ کوئی مشرقی فلاسفر تھا بلکہ یہ ہماری غریب اور
طاقت و وسائل سے محروم جماعت احمدیہ کے امام حضرت حافظ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ تھے۔
اس انتباہ کو یورپ کے اخبارات نے شاہ سرخیوں سے شائع کیا۔ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ذریعے لاکھوں

انسانوں تک پہنچایا گیا۔ اور یہی تو اس سفر کا مطلوب و مقصود تھا۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سب سے اہم مشن یہ تھا کہ اسلام کے پیغام کو تثلیث کدوں میں پہنچا دیا جائے۔ اسی غرض سے آپ نے جماعت احمدیہ کی تشکیل کی تھی۔ آپ کے بعد اس جماعت نے آپ کے خلفاء کی راہنمائی میں اس مقصد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور دیار کفر میں اسلام اور احمدیت کے قافلے روانہ کرتی رہی ہے یہ قافلے اب بھی جا رہے ہیں اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں یہ قافلے انشاء اللہ جاتے ہی رہیں گے لیکن جب سالار جماعت بنفس نفیس میدانِ جہاد میں پہنچ جائے تو رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ سپاہیوں کے دلوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ اٹھتا ہے اور وہ قیامت بن کر دشمن پر پل پڑتے ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں جماعت احمدیہ کے مجاہدین پہلے ہی پہنچے ہوتے تھے لیکن جب انکا سالار بھی اس روحانی جہاد کے میدان میں پہنچ گیا تو اس نے ان کے دلوں کو ایک نئی روح پھونک دی، ان کی ہمت اور جرأت کو دوبالا کر دیا۔ ایک مجاہد کو میدان میں اپنے سالار کی موجودگی سے جو خوشی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ سوئٹزرلینڈ میں ہمارے مجاہد کی اپنی تحریر سے ہو سکتا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ایک رات کے لئے حضور قافلہ سمیت Inter Laken تشریف لے گئے خاکسار کو بھی حضور کی رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی اور میں تو گویا یہ دو دن ایک روحانی درسگاہ میں رہا۔"

پھر ان مجاہدین کے ساتھ اسلام اور کفر کے جہاد میں شریک ہونے والے اس ملک کے نئے افراد میں بھی اپنے امام کو دیکھنے کی خواہشیں کروٹیں لیتی ہیں اور وہ طویل مسافت طے کر کے اپنے دامن میں عقیدت کے پھول لیکر آتے ہیں۔ امریکہ سے جماعت کے نو افراد اتنا لمبا سفر کر کے اسی جذبہ کے تحت آئے اور حضور سے ملکر شادماں ہوئے اور اپنے ایمانوں کو تازہ کیا۔

آپ ہی نے ڈنمارک کی سرزمین میں ایک ایسی مسجد کا افتتاح فرمایا جسکی بدولت اب کوپن ہیگن میں صرف تثلیث کے گھڑیال نہیں بجتے بلکہ توحید کے نعرے بھی بلند ہوتے ہیں۔ اس مسجد سے اسلام و احمدیت کا نغمہ جس انداز سے بلند ہوا اس کا اندازہ خود اس ملک کے اخبارات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ڈنمارک کا ایک کثیر الاشاعت اخبار Kristelig Dagblad اپنے اداریہ ۲۱ر جولائی میں یوں رقمطراز ہے:۔

"ڈنمارک میں پہلی مسجد کا افتتاح۔ آج سے بیس تیس سال قبل یہ تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ڈنمارک میں بھی کوئی مسجد تعمیر ہو سکتی ہے۔ اس وقت ایسا خیال مضحکہ خیز شمار ہوتا اور اس پر قہقہے بلند کئے جاتے۔ ہر حال یہ ماننا پڑیگا کہ اسلام کی اس شاخ نے نئی زمانہ تبلیغی جدّ و جہد کا حیران کن مظاہرہ کیا ہے اور اس میدان میں اس نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کی ہے ...... ہم آج کی خبر کا نوٹس لینا ضروری سمجھتے ہیں اور ہم تو ان لوگوں کی ہمت اور حوصلہ کی داد دینے کے لئے بھی تیار ہیں جس کے بل پر انہوں نے نسبتاً بہت تھوڑی مدت میں یہ کچھ کر دکھایا۔"

اس سفر سے جس طرح کے خوشگوار ثمرات دیکھنے میں آتے ہیں ان کے بارے میں ہمیں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان ملکوں کے اخبارات، ٹیلی ویژن اور ریڈیو نے جو کچھ کہا ہے ہر صاحب نظر کے لئے ان کا مطالعہ کافی ہے۔ آخر میں یہ ضرور عرض کریں گے ہمارے آقا نے مادیت کی تاریکی میں جو شمع روشن کی ہے اس کی کرنوں کی وسعتوں تک پہنچانے کے لئے ہم خدام کو بھی روحانیت اور اسلام کے عملی نمونہ کے ساز و سامان سے ہو جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین +

سیّد عبد الباسط مرحوم

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دیرینہ، نہایت مخلص اور انتھک کارکن سیّد عبد الباسط صاحب جو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ہر دو رسائل "خالد" اور "تشحیذ الاذھان" کے پبلشر تھے ۲۲ اپریل ۱۹۶۷ء کو وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی وفات کی وجہ سے ہر دو رسائل بھی بند ہو گئے۔ اب نئے سرے سے ڈیکلریشن حاصل کر کے رسالے شائع کئے جا رہے ہیں۔

ہمارے مرحوم بھائی سیّد عبد الباسط مخلص اور متنوع قابلیتوں کے مالک اور وفادار دوست تھے۔ اُن کی ساری عمر مجلس خدام الاحمدیہ کی خدمت میں گزری اور مختلف حیثیتوں سے مرکزی دفتر میں کام کرتے رہے۔ خدام الاحمدیہ سے طویل وابستگی اور لمبے تجربہ کی بناء پر مجلس کے قواعد و ضوابط پر عبور کے ساتھ ساتھ اُن کو اس تنظیم کی تاریخ سے گہری واقفیت تھی۔

اس طویل وابستگی کے پیشِ نظر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا تمام ریکارڈ اُن کی نظر سے گزرا تھا اور وہ گویا مجلس کی ایک مجسم دائرۃ المعارف تھے۔

خدام الاحمدیہ کے علاوہ جماعت احمدیہ کے متعدد کاموں میں آپ کو خصوصی نوعیت کی خدمات بجا لانے کی توفیق بھی ملتی رہی۔ ماہنامہ "خالد" کی بغیر کسی مالی معاوضہ کے عرصہ دراز تک خدمت کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنے افضال و انوار کی بارشیں نازل فرمائے اور آپ کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو اور اپنے فضل سے ان کا متکفل ہو۔ آمین +

خدام سے صدرِ مجلس کا ایک اہم خطاب

(مرتبہ :- انور حسن صاحب ایم - اے)

مومن کا شیوہ ہے کہ قرآنی اخلاق کا مجسمہ بننے کی کوشش میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا - قرآن مجید نے جو فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ (الاحزاب : ۷۰) [ترجمہ - اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو پیچدار نہ ہو (بلکہ سیدھی ہو)]

اس میں ایک مردِ مومن کی شخصیت کا کامل نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس کی گفتار پیچ و بل سے مبرا اور حقائق سے مربوط ہوتی ہے - اس کی عادات تکلفات سے منزہ اور رسوم سے عاری ہوتی ہیں۔ انبیاء کرام کے زمانہ میں صحابہؓ کی زندگیوں میں قول سدید (سچی پکی اور سیدھی بات) کے علاوہ کسی تکلف یا رسمِ قبیح کو جگہ نہیں ملتی۔ لیکن جُوں جُوں وقت کی گھڑیاں اس بُعد میں اضافہ کرتی چلی جاتی ہیں - نادانستہ طور پر بعض تکلفات سوسائٹی میں جنم لے لیتے ہیں - ابتدا میں اُن کے مضرات انسانی ذہن سے بالکل اوجھل رہتے ہیں۔ لیکن ایک زمانہ آتا ہے کہ تکلفات، مزعومہ رسوم کی شکل دھار کر اپنے قدم اس قدر مستحکم کر لیتے ہیں کہ حقائق کا سنہری چہرہ بالکل مسخ ہو کر لوگوں کی بد دلی اور ٹھوکر کا موجب بنتا ہے۔

اپنے ان جذبات کا اظہار محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ صدر مجلس خدام الاحمدیہ نے یمن بلاک کے خدام سے خطاب کرتے ہوئے دار النصر وسطی میں مورخہ ۷ ؍مئی ۱۹۶۷ء کو فرمایا - آپ کے خطاب سے قبل زعیم صاحب محلہ نے اپنی سہ ماہی رپورٹ کا ایک جائزہ پیش کیا تھا اور صدرِ محترم اس رپورٹ پر بعض اصولی اور بنیادی امور کی طرف خدام اور بالخصوص عہدیداران کو توجہ دلا رہے تھے کہ اپنی رپورٹوں میں بے جا تکلف کو جگہ نہ پانے دیں کہ یہ قوموں کو گھن کی طرح کھا جاتا ہے۔ ایسی اقوام اپنی سابقہ روایات کے بل بوتے پر صفحہ ہستی پر نظر آتی ہیں لیکن تیز و تند ہواؤں کے تھپیڑے کسی نہ کسی وقت اس پول کو کھول کر رکھ دیتے ہیں —— اس ضمن میں آپ نے قرآن حکیم کے ارشاد یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (آل عمران : ۲۰۱) [ترجمہ - اے ایماندارو! صبر سے کام لو اور (دشمن سے) بڑھ کر صبر دکھاؤ اور سرحدوں کی نگرانی رکھو] کی لطیف تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صبر سے مراد نیکیوں پر جم جانا ہے اور رَابِطُوْا میں اس طرف اشارہ ہے کہ نیکیوں کے کناروں کی پوری طرح حفاظت کرنا ضروری ہے۔

تا ایسا نہ ہو کہ بدی کسی پوشیدہ سوراخ سے اس چار دیواری کے اندر داخل ہو کر آب حیات کو زہر ہلاہل میں بدل دے رسوم کی ابتداء عموماً غیر محسوس تکلفات سے ہوتی ہے لیکن مومن مضرت رساں جڑی بوٹیوں کی طرح زوائد کو ساتھ ساتھ کاٹتا چلا جاتا ہے۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے مجالس میں باہمی مسابقت کی روح کے متعلق ارشاد کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کا فیصلہ کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد ۱۲) [ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی اندرونی حالت کو نہ بدلے] ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے۔ مومن اپنی کسی کمزوری کو دور کرنے کے لئے یا کسی نیکی کو اختیار کرنے کے لئے جو عزم کرتا ہے یہی عزم دعا بن کر خدا تعالیٰ کی رحمت اور برکت کو جذب کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ مجلس کا ہر رکن جو پورے عزم کے ساتھ مجلس کے لائحہ عمل کو اختیار کرتا ہے وہی زندگی اور بیداری کا موجب بنتا ہے۔

صدر محترم نے شعبہ خدمت خلق کی کارگزاری پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ روزمرہ کی نیکیوں کو رپورٹ میں غیر معمولی طور پر پیش کرنا مناسب نہیں کیونکہ ایسے امور تو عام انسانی فرائض میں بھی داخل ہیں جنہیں ہر نیک و بد مسلم و کافر معاشرہ کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے بجا لانا ضروری سمجھتا ہے۔ اس شعبہ کا اصل مقصد تو ایک خاص سکیم اور جذبہ کے تحت بہبود عامہ میں لگاتار اضافہ کرتے چلا جانا ہے۔

شعبہ جات تعلیم، تربیت اور اصلاح [illegible] کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ شعبے مذہبی جماعتوں [illegible] ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان شعبوں [illegible] کے لئے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثالث [illegible] بنصرہ العزیز کی تحریکات کو خاص طور پر [illegible] ہو گا۔ تعلیم قرآن ایک خاص انتظام کے تحت [illegible] مقامات پر مختلف تنظیموں کے سپرد ہوئی ہے [illegible] مساعی ہمیشہ روحانیت کی بارش کا باعث بنتی [illegible] کو ان سے پورا پورا فیض حاصل کرنا چاہیئے۔ [illegible] ساتھ ساتھ خدام میں یہ جذبہ پیدا ہونا چاہیئے [illegible] امور کے متعلق قرآن مجید کی آیات تجوید کے اصول [illegible] کامل صحت کے ساتھ حفظ کی جائیں کیونکہ خوش الحان [illegible] پڑھا ہوا صحیح قرآن مجید دل پر ایک خاص اثر [illegible] اور طبیعت میں بعض ایسے لمحات بھی آتے ہیں کہ کلام [illegible] کا غیر معمولی اثر انسان کی کایا پلٹ کر رکھ دیتا ہے [illegible] عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ شمشیر بکف [illegible] وحی کو نعوذ باللہ ہمیشہ کی نیند سلانے کے لئے گھر [illegible] لیکن اپنے بہنوئی کی زبانی وحی الٰہی سے مسحور ہو کر وہ [illegible] بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اٹھنے کے آپ کی حفاظت کیلئے اٹھی [illegible]

اسی طرح آپ نے ایک اور بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ کا واقعہ سنایا کہ آپ بڑے بدنام چور اور ڈاکو تھے اور شاید انکی سوئی ہوئی ضمیر کبھی ملامت کے لئے بھی جاگی ہو گی کہ ایک دن ان کا گزر بازار سے ہوا اور ان کے کان میں کسی نیک بخت خاتون کی تلاوت قرآن کے یہ الفاظ [illegible] اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُہُمْ

لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ (الحدید: ۱۷)
[ترجمہ: اب ہم مومنوں سے کہتے ہیں کہ کیا اب تک ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے اور اس کلام کے لئے جو حق (و حکمت) کے ساتھ اُترا ہے جھکتے نہیں؟] بجلی کی سی تیزی سے اثر کر گئے جن سے انکی کایا پلٹ گئی اور انہیں اقطاب کی صف میں لا کھڑا کیا۔ فسبحان اللہ تعالیٰ۔

تعلیم کے سلسلہ میں آپ نے قرآن کیساتھ احادیث نبویؐ کی اہمیت پر بھی زور دیا اور فرمایا کہ اگر ہر مجلس تربیتی نقطۂ نگاہ سے پانچ احادیث بھی ہر ماہ خدام کو زبانی یاد کروا دے تو انکی طرف سے یہ انتہائی ٹھوس کام شمار ہوگا۔ پھر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی تربیتی کلاس کے اختتامی اجلاس مؤرخہ ۱۲ رمئی ۱۹۶۷ء میں مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق تازہ تحریک کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ حضورؑ کی شخصیت کا صحیح تعارف آپؑ کے ملفوظات سے ہی ہو سکتا ہے اسلئے حضور ایدہ اللہ کے ارشاد کے مطابق ہمارے ہر خادم کو کم از کم تین صفحات روزانہ بلاناغہ پڑھنے کی عادت بنا لینی چاہیئے اور جہاں ملفوظات کی جلدیں نہیں ہیں وہاں مجالس فراہم کر کے ہر خادم کو استفادہ کا موقع بہم پہنچائیں۔

نماز کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن کی زندگی باجماعت نماز سے ہی وابستہ ہے قطع نظر عبادت کے مساجد کی آبادی مسلمانوں کے ہر شعبۂ زندگی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی پابند نمازی ہوتے ہیں جو ہر جگہ جماعتی کاموں میں نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مجلس کے اکثر اجتماعی پروگرام مسجد اور نمازی سے ہی نہایت قلیل وقت میں پورے ہو جاتے ہیں۔

شعبہ اصلاح و ارشاد کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ اس شعبہ کے متعلق صرف یہ رپورٹ دینا کہ فلاں فلاں کوشش کی، بے معنی ہے۔ کوئی بھی عقلمند آدمی ایسے درخت کی آبیاری پر وقت ضائع نہیں کرتا۔ جو پھل نہ لائے ــــ اور تبلیغ کا درخت ماشاء اللہ ایسا درخت نہیں جو کسی زمانہ میں پھل کھو بیٹھے ــــ اس لئے ہماری کوششوں کا قصور ہے کہ صحیح زاویہ میں استعمال نہیں ہو رہیں۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق ہر خادم کو توجہ دلائی کہ وہ عزم کرے کہ سال میں کم از کم ایک احمدی ضرور بنائے گا۔ جب مومن سچے دل سے ایسا عزم کر لے تو خدا تعالیٰ اسے پورا کرنے کی بھی توفیق دے دیتا ہے۔

آخر میں آپ نے مرکز میں بھجوانے والی رپورٹ کارگزاری کے متعلق فرمایا کہ مجالس لمبی لمبی رپورٹیں بھجوا کر اپنے دل کو مطمئن نہ کر لیا کریں کہ گویا ہم نے بہت کافی کام کر لیا ہے۔ بسا اوقات ایسی رپورٹیں قرآنی حکم قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا کے خلاف، ٹھوس کام میں کمی کی پردہ پوشی کی غمازی کرتی ہیں۔ بڑے سے بڑے کام کی رپورٹ پر کئی صفحات بھی لگائے جا سکتے ہیں اور چند سطور بھی مقصد براری کر سکتی ہیں ــــ بسرعت تمام مصروفیت کی طرف بڑھنے والے آج کے سائنسی دور میں ایجاد لابدی ہے۔ سینکڑوں مجالس کی ماہوار رپورٹوں پر مرکز بھی اسی صورت میں مناسب تبصرہ اور رہنمائی کر سکتا ہے جب اختصار پسندی کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا گیا ہو۔

مرزا محمد شفیق صاحب انور
— جامعہ احمدیہ ربوہ —

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن پاک میں فرماتا ہے :-

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ○

کیا اس نے تجھے یتیم پاکر پناہ نہیں دی، اور تجھے اس نے اپنی محبت میں گم شدہ پایا تو راہنمائی کی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی لکھتے ہیں :-

"کیا تو والدین کے وفات پا جانے کے بعد یتیم نہیں رہ گیا تھا؟ اور کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے چچا ابوطالب کے پاس پناہ نہیں دی؟ یہاں تک کہ وہ تیرا کفیل بنا اور تیری تربیت کی۔ اس نے تجھے غیر عالم اور معالم نبوت اور احکام شریعت سے ناواقف پایا تو تجھے قرآن اور دیگر شرائع کا علم دیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ جب شام کے سفر میں حضرت ابوطالب کے ساتھ گئے تو راستہ بھول گئے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قافلے کی طرف لوٹا دیا۔ اس سے (ضالاً سے۔ ناقل) عدول عن الحق اور گمراہی مراد نہیں لی جاسکتی کیونکہ آپ بدء امر سے ہی عبادت اوثان اور فسق و عصیان کے گند سے پاک و صاف تھے۔"

(تفسیر نسفی جزء رابع صفحہ ۲۷۲)

مشہور مفسر محمد بن علی بن محمد شوکانی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہاں ضلال بمعنی غفلت کے ہے جیسا لا یضل ربی ولا ینسیٰ اور انک لفی ضلالک القدیم میں۔ اور معنے یہ ہیں کہ اس نے تمہیں امر نبوت سے غافل پایا۔

زجاج کہتے ہیں :-

ضالاً کے معنے یہ ہیں کہ تو قرآن اور دیگر شرائع کو نہیں جانتا تھا اللہ تعالیٰ

قسط ۲

خطباتِ نبویؐ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خطباتِ عالیہ

حقوق العباد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

خدا کی حمد و ثناء کے بعد، ایہا الناس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے حقوق ادا کرو اور اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرو۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ بندوں کے حقوق کیا ہیں؟ یاد رکھو، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چار حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ جب وہ تکلیف میں ہو تو اس کی اعانت کرے اور جب وہ مر جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو اور جب وہ مدد چاہے تو اس کی دستگیری کرے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی مسلمان کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور اے مسلمانو! جہاں تک ہو سکے اپنے بھائیوں کی مدد کرو، اور آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اور ایک دوسرے کا مال غصب نہ کرو، اور ایک دوسرے کو بے عزت نہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ اپنے مسلمان کو نظرِ حقارت سے دیکھنا سب سے بڑی برائی ہے۔

اور اے حاضرین! تم پر اولاد کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ یاد رکھو جس کے اولاد پیدا ہو اُسے چاہیئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی تعلیم و تربیت میں کوشش کرے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے اور کسی رسم کی وجہ سے شادی میں تاخیر نہ کرے کیونکہ بالغ ہونے کے بعد اگر اس کی شادی نہ ہوگی اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہوگا تو اس کی ذمہ داری باپ پر عائد ہوگی اور اولاد کو ادب سکھانا اور عقل و تمیز اور تہذیب و شائستگی کی تعلیم دینا زندگی کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔

اور اے مسلمانو! جب تمہاری اولاد سات برس کی ہو جائے تو اسے نماز کی تاکید کرو۔ اور جب دس برس کی ہو جائے تو تنبیہہ کرو اسلئے کہ نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے اور جو شخص اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس کی روح منور ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کے تعلق کے آگے تمام رشتوں کو توڑ ڈالتا ہے اور وہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ اپنے رب کی خوشنودی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے مال کو مسکینوں اور محتاجوں کے لئے خرچ کرتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو صبر و استقلال سے کام لیتا ہے اور جب اس کو راحت ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے۔

اور اے حاضرین! تم پر کچھ ہمسائے کے بھی حقوق ہیں۔ تمہارے رب نے فرمایا کہ اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے

پیش آؤ اور ان کو تکلیف نہ دو۔ اور جو شخص اپنے ہمسایوں
کو تکلیف دیتا ہے اس کے لئے ذلت دینے والا عذاب تیار
ہے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وہ شخص جنت میں داخل
نہیں ہوگا جس کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں ہے
اور وہ شخص مومن نہیں ہے جو خود سیر ہو کر کھانا کھائے اور
اس کا ہمسایہ بھوکا ہے۔ اور اگر چند اشخاص تمہارے ہمسائے
ہیں تو امداد کا زیادہ مستحق وہ ہے جس کا دروازہ قریب ہے
اور تم کیا سمجھتے ہو کہ ہمسایہ کہاں تک شمار ہوتا ہے؟ یاد
رکھو! چالیس گھر آگے اور چالیس گھر پیچھے اور چالیس گھر
دائیں اور چالیس گھر بائیں، یہ سب ہمسائے ہیں۔ اور جب
تمہیں یہ معلوم ہو کہ تمہارا ہمسایہ بھوکا ہے تو اپنے کھانے
میں سے اُسے کچھ نہ کچھ دو۔ اور اگر تمہارے گھر شوربہ
پکتا ہے تو اس میں پانی زیادہ کر دو اور اپنے ہمسائے
کو تقسیم کرو اور اگر کوئی شخص دن بھر نماز پڑھے
اور روزہ رکھے اور رات کو بھی عبادت کرے لیکن
اس کے اخلاق اچھے نہ ہوں اور اس کا ہمسایہ اسکے
شر سے محفوظ نہ ہو تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور
جو شخص عبادت کرتا ہے اور اس کے اخلاق بھی اچھے
ہیں اور وہ اپنے ہمسایوں کو تکلیف نہیں دیتا تو وہ
بے شک اہلِ جنت میں سے ہے۔

اور اے حاضرین! اولاد پر بھی ماں باپ کے
کچھ حقوق ہیں۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ میرے سوا
کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ
سلوک سے پیش آؤ اور جب وہ ضعیف ہو جائیں تو انکے
سامنے اُف بھی نہ کرو اور اُن سے سخت کلامی نہ کرو

اگر ان سے کچھ کہنا سننا ہو تو ادب کے ساتھ [illegible]
کہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو کہ اے [illegible]
جس طرح انہوں نے مجھے پرورش کیا ہے اور [illegible]
وہ میرے حال پر رحم کرتے رہے ہیں اسی طرح [illegible]
ان پر رحم کر۔

اور اے لوگو! حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے [illegible]
محبوب ترین عمل یہ ہے کہ والدین کی اطاعت [illegible]
اور ان کو آرام پہنچایا جائے۔ اور میں تمہیں [illegible]
ہوں کہ خدا کی رضامندی باپ کی رضامندی [illegible]
وابستہ ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ماں باپ [illegible]
ہیں تو خدا بھی راضی ہے اور اگر ماں باپ ناخوش [illegible]
تو خدا بھی ناخوش ہے۔ اور مجھے خوب یاد ہے کہ [illegible]
دفعہ دمشق کا ایک نوجوان میرے پاس آیا تھا اس [illegible]
مجھ سے کہا کہ میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ ہجرت پر [illegible]
بیعت کروں۔ اور میرے بزرگوں کا یہ حال ہے کہ [illegible]
والدین کو بے قرار اور اشکبار چھوڑ کر آیا ہوں۔ میں [illegible]
اس سے کہا کہ اپنے والدین کے پاس جاؤ اور جس طرح [illegible]
ان کو رُلایا ہے اسی طرح ان کو خوش کرو۔ یہی تمہارے [illegible]
ہجرت ہے کیونکہ والدین کی دلنوازی باعث اجر عظیم [illegible]
اور جو شخص اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اس کے [illegible]
دنیا اور آخرت میں بھلائی ہے اور جو اپنے والدین کے [illegible]
بُرائی کرتا ہے اس کے لئے دنیا اور آخرت میں بُرائی [illegible]
اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے والدین کی عزت
کرو اور ان کی خدمت کرو

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مومن وہ ہے جو دنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے

خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو کہ یہ جماعت اس بات کے واسطے نہیں کہ دولت اور دنیا داری ترقی کرے اور زندگی آرام سے گزرے۔ ایسے شخص سے تو خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ چاہیئے کہ صحابہؓ کی زندگی کو دیکھو۔ وہ زندگی سے پیار نہ کرتے تھے۔ ہر وقت مرنے کے لئے تیار تھے۔ بیعت کے معنے ہیں اپنی زندگی کو بیچ دینا۔ جب انسان زندگی کو وقف کر چکا تو پھر دنیا کے ذکر کو درمیان میں کیوں لاتا ہے؟ ایسا آدمی تو صرف رسمی بیعت کرتا ہے۔ وہ تو کل بھی گیا اور آج بھی گیا۔ یہاں تو صرف ایسا شخص رہ سکتا ہے جو ایمان کو درست کرنا چاہے۔ انسان کو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔ وہ تو ایسے تھے کہ بعض مر چکے تھے اور بعض مرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کے سوائے بات نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کنارہ پر کھڑے ہو کر عبادت کرتے ہیں تاکہ ابتلاء دیکھ کر بھاگ جائیں وہ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے۔ دنیا کے لوگوں کی عادت ہے کہ کوئی ذرا سی تکلیف ہو تو لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتے ہیں اور آرام کے وقت خدا تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ کیا لوگ چاہتے ہیں کہ امتحان میں سے گزرنے کے سوا ہی خدا خوش ہو جائے۔ خدا تعالیٰ رحیم کریم ہے مگر سچا مومن وہ ہے جو دنیا کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر دے۔ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کو ضائع نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰۵)

مکرم نصر اللہ خان صاحب ناصر شاہد
مربی سلسلہ احمدیہ

سیّدنا حضرت اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

"حِبُّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

حضرت اسامہؓ اُن جلیل القدر صحابہ عظام میں سے ہیں جن کے ساتھ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو گہری محبت تھی اور جنہیں نو عمری میں ہی بعض اہم خدمات سپرد کی گئی تھیں۔ آپ نے ان مفوضہ امور کو نہایت خلوص اور جانفشانی سے سرانجام دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک حسین یاد چھوڑی۔

آپ کا حسب و نسب

امام ابن اثیر جزریؒ نے آپ کا نسب نامہ یوں لکھا ہے:-

"اسامہؓ بن زیدؓ بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبد العزی بن زید بن امرء القیس بن عامر بن نعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب" (اسد الغابہ اردو صفحہ ۹۱)

حضرت اسامہؓ کی کنیت ابو محمد اور بعض کے نزدیک ابو زید تھی۔ بعض روایات میں ابو یزید اور ابو خارجہ بھی ہے۔ آپ حِبُّ رسول اللہ کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

دینی خدمات

آپ کو ۱۰ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر بھیجا مختلف غزوات اور دیگر اسلامی جنگوں میں بھی آپ شامل ہوتے رہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کا سردار بنایا تھا۔ اس لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس لشکر کو حکم دیا گیا تھا کہ شام کی طرف جائے۔ جب حضورؐ کی علالت لمبی ہوگئی تو حضورؐ نے وصیت فرمائی کہ اسامہ کا لشکر روانہ ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ کی وفات کے بعد اگرچہ حالات ناسازگار تھے اور دشمن یکدم اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہؓ کی سرکردگی میں یہ لشکر روانہ کر دیا۔ یہ اعزاز صرف آپ کے حصہ میں ہی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں حضورؐ کا ترتیب دیا ہوا یہ آخری لشکر تھا جو طاغوتی طاقتوں کا سر کچلنے کے لئے ارضِ شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی جنگ

میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ آپ نے اُن سے کہا تھا
"اگر آپ اپنا ہاتھ کسی اژدہے کے مُنہ میں ڈال دیں
تو میں اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ کے ساتھ ڈال دوں گا۔
جبکہ آپ سُن چکے ہیں، مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا فرمایا تھا جب مَیں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا
جو لا الٰہ اِلّا اللہ کہہ رہا تھا لہٰذا میں آپ کے
ساتھ لڑنے سے مجبور ہوں۔"

یہاں حضرت اسامہؓ نے اُس واقعہ کی طرف
اشارہ کیا ہے جب ایک موقعہ پر ایک شخص کو آپ
نے ایک انصاری کے ہمراہ قتل کیا تھا جبکہ اس نے
لا الٰہ اِلّا اللہ بھی پڑھا تھا مگر انہوں نے یہی
گمان کیا کہ یہ صرف ظاہری طور پر موت کے خوف کی وجہ
سے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو اس کا علم ہُوا تو آپؐ نے فرمایا اے اسامہ! لا الٰہ
اِلّا اللہ کا کیا جواب دوگے؟ اس پر حضرت اسامہؓ نے
عرض کیا یا رسول اللہ اُس نے تو موت کے خوف سے
ایسا کہا تھا۔ آپؐ نے پھر فرمایا اے اسامہ! لا الٰہ
اِلّا اللہ کا کیا جواب دوگے؟ حضرت اسامہؓ بیان
کرتے ہیں کہ حضورؐ بار بار یہی فرماتے جاتے تھے یہاں تک
کہ مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میرا گزشتہ اسلام
کالعدم ہو جاتا اور مَیں آج مسلمان ہُوا ہوتا۔ پھر مَیں
نے کہا کہ مَیں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے شخص
کو جو لا الٰہ اِلّا اللہ کہتا ہو قتل نہیں کروں گا۔"

حضورؐ کی آپ سے محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے
اس قدر محبت تھی کہ آپ کو "حِبُّ رسول اللہ"
لقب سے پُکارا جاتا تھا۔ اور صحابہ کرامؓ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لیے آپ کو منتخب
کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت سے بھی حضورؐ
کی آپ سے محبت کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے
مروی ہے:۔

"ایک مرتبہ اسامہؓ دروازے
کی چوکھٹ پر گر پڑے اور ان کے
چہرے پر خراش آگئی۔ اس پر مجھ
سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ تم ان کا خون دُور کر دو۔
مجھے اس سے نفرت ہوئی مگر رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم خود اسے چُوس چُوس کر
تھوکنے لگے اور فرمایا کہ مجھے اسامہ سے
اس قدر محبت ہے کہ اگر اسامہ لڑکی
ہوتا تو میں اسے بہت عمدہ کپڑے
پہناتا اور زیور پہناتا تاکہ خوبصورت
معلوم ہو۔"

ایک اور واقعہ سے بھی حضرت اسامہؓ سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت کا علم ہوتا ہے۔ جب حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کے وظیفے مقرر کئے تو حضرت
اسامہؓ کا وظیفہ پانچ ہزار مقرر کیا اور اپنے فرزند
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا دو ہزار۔ حضرت عبداللہ
بن عمرؓ نے کہا کہ آپ نے مجھ پر اسامہ کو ترجیح دی ہے

حالانکہ میں ان کاموں میں بھی شریک ہوا ہوں جن میں حضرت اسامہ نے شرکت نہیں کی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسامہ رسول خدا کو تجھ سے زیادہ محبوب تھے اور ان کے باپ (حضرت زیدؓ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھے۔

آپؓ کی وفات

آپ کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ یعنی ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ مگر ابو عمر ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ ۵۴ھ میں وفات ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مقام جُرف میں وفات پائی اور ان کی نعش مدینہ منورہ میں لا کر دفن کی گئی۔

خلافت سے وابستگی

(تمام قائدین مجالس خدام الاحمدیہ مندرجہ ذیل اقتباس اپنے جلسوں میں خدام کو پڑھ کے سنائیں۔ بڑی شہری مجالس حسب توفیق اس کی اشاعت کا بھی اہتمام کریں ——— مہتمم تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

"یہ خدا تعالیٰ کی سنّت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنّت کو ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے ..... جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دیدیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے وہ مقاصد جو کچھ ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا" (الوصیت ص ۵-۶)

(شعبہ تربیت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مکرم عبدالباری قیوم شاہد۔ ربوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض

(۱)

احمدیت ایک بین الاقوامی اسلامی تحریک ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے قدیم نوشتوں کے مطابق مسیحِ وقت و مہدیٔ دوراں سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ذریعہ سے دنیا میں قائم ہوئی۔ اس الٰہی تحریک کا حقیقی مشن اس کے سوا کچھ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا وہ قانون اور دستور جو وادیٔ بطحا میں سرتاجِ مرسلین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس وجود پر نازل ہوا اور اپنے اصولوں کی حقانیت، فلسفۂ احکام کی قوت و صولت اور دلائل و براہین کی مقناطیسی کشش کے باعث تمام دنیا پر غالب آگیا تھا اور بعد کو خود مسلمانوں ہی کی سرد مہری سے وہ صرف قرآن مجید کے اوراق ہی میں سمٹ کر رہ گیا تھا، ایک مرتبہ پھر پوری شان و شوکت کے ساتھ قائم ہو جائے اور نہ صرف یہ کہ دنیا کی تمام قومیں اور ممالک ہی اُسے اپنا ملکی قانون بنانا اپنے لئے موجبِ فخر خیال کریں بلکہ ہر قلب و دماغ پر اس کی فرمانروائی ہو۔

(۲)

اس زمانہ میں جب مادہ پرستی زوروں پر تھی، کفر و الحاد کی فوجیں تنہا و بے یار و مددگار اسلام کے خلاف برسرِ پیکار تھیں، اور جب خود مسلمان بھی خدا تعالیٰ کی قادر و توانا ہستی کو بھولتے جا رہے تھے خدا تعالیٰ کا ایک محبوب بندہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق خدا اور اُس کے رسولؐ اور اُس کے پاک مذہب کا نام دُنیا میں بلند کرنے کے لئے کھڑا ہوا جس نے ببانگِ دُہل یہ نعرہ بلند کیا ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

اور پھر اس بشارت کی منادی کرتے ہوئے اس نے یہ اعلان کیا کہ:۔

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب کے پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہے۔ وہ لوگ جو پورے زور کے ساتھ اِس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے انعام پاویں۔"

اور پھر اُس نے مجسّم نورِ خدا بن کر مادہ پرست اقوام کو

پُر زور الفاظ میں یہ دعوت دی کہ :-

" آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا
کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے
وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام
اس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں
خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں
کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چُپ
ہو گیا آج وہ ایک مسلمان کے دل میں
کلام کر رہا ہے۔"

(۳)

اِس منادی کی صدائے بازگشت افریقہ کے
تپتے ہوئے صحراؤں، اور ویٹی کن سٹی کے محلات میں
بھی سُنی گئی۔ دُنیائے عیسائیت میں ایک طوفان اور
زلزلہ آ گیا اور خدا کا مامور ایک چھوٹی سی جماعت
قائم کر کے اُن کے دلوں میں ایمان و یقین کی شمعیں
روشن کر رہا تھا ؎

بھر کر دلوں میں ذوقِ یقین، ذوقِ حریت
روندے ہوؤں کو جوش کا تارا بنا دیا

اُس نے اپنی جماعت کو یہ خبر دی کہ :-

"میں دو ہی مسئلے لیکر آیا ہوں۔
ایک خدا تعالیٰ کی توحید اختیار
کرو، دوسرے بنی نوع انسان کے
ساتھ ہمدردی سے پیش آؤ۔"

اور اِن شاندار الفاظ میں اپنی جماعت کو خبردار کیا کہ :-

"ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئیگی
جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی
نہ کریں۔ جسکو پوری طاقت دی گئی
ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔"

(۴)

اپنی جماعت کا خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر کے
اور آپس میں سچی ہمدردی کا جوہر اُجاگر کرنے کے بعد
آپ نے اپنی آمد کی سب سے بڑی اور اہم غرض
بیان کرتے ہوئے اور اقوامِ عالم کو خبردار کرتے
ہوئے یہ اعلان کیا کہ :-

" اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے
ہو۔ اور اے تمام وہ انسانی روحو
جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو میں
پُورے زور کے ساتھ آپ کو اِس
طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر
سچا مذہب اسلام ہے اور سچا خدا
بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان
کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی
والا نبی اور جلال اور تقدس کے
تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی
زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ
ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور
محبت سے ہم روح القدس اور
خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے
انعام پاتے ہیں۔"

(۵)

اور اپنی وفات کے قریب اپنی آخری وصیت اپنی آمد کی غرض اور اس کے قیام کے طریق بیان کرتے ہوئے ان الفاظ میں کی:۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی، اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔"

(۶)

آخر میں میں اپنے عزیز بھائیوں کو حضور علیہ السلام کے اپنے الفاظ میں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ:۔

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی، اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گزارو

خدا کرے کہ ہم حضور علیہ السلام کی بعثت کی اغراض کے قیام کے لئے اپنا تن، من، دھن قربان کر کے اپنا یہ الہام اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھیں:۔

"بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں بر منارِ بلند تر
محکم افتاد۔"

قطعات

۱- دیکھئے دل میں خدا کا خوف پیدا کیجئے
روکتا ہے جس سے قرآں ہرگز نہ ایسا کیجئے

توہین کوئی گر کرے اسلام کی
محفلِ اغیار میں ہرگز نہ بیٹھا کیجئے

۲- نیک لوگوں سے ہے دیں کی آبرو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

اے مخاطب تو ہمیشہ خرچ کر
گر تجھے ہے نیکیوں کی جستجو

—— حافظ عباس علی عاصم
دارالضیافت ربوہ

مکرم محمد انیس الرحمن صاحب صادق بنگالی

مشرقی پاکستان میں احمدیت کا آغاز

مشرقی پاکستان میں احمدیت کا پیغام سب سے پہلے ۱۹۰۳ء میں پہنچا۔ اس کی تقریب یوں پیدا ہوئی کہ برہمن بڑیہ کے رہنے والے ایک وکیل جن کا نام منشی محمد دولت خان صاحب تھا نے لاہور کے ایک مشہور حکیم محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری (جو بعد میں حکیم مرہم عیسیٰ کے نام سے مشہور ہوئے) سے ایک دوائی بذریعہ پارسل منگوائی۔ حضرت حکیم صاحب جو کہ احمدی تھے انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ اور آپؑ کی صداقت کے بارے میں چند اشتہار اس پارسل کے ساتھ بھیج دیئے۔ مکرم وکیل صاحب نے برہمن بڑیہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر اور وہاں کے قاضی مولانا سید عبد الواحد صاحب کو وہ اشتہارات پڑتال کی غرض سے دیئے۔ ان کو پڑھ کر مولانا صاحب کو احمدیت کے بارے میں تحقیق کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ نے تحقیقات شروع کر دی اور ۱۹۰۳ء سے لیکر ۱۹۱۲ء تک تحقیقات کرتے رہے اور بالآخر احمدیت میں شامل ہو گئے۔

ان ایام میں چٹاگانگ کے رہنے والے ایک صاحب جناب احمد کبیر نور صاحب برما میں ملازمت کرتے تھے کہ آپ کو علم ہوا کہ پنجاب میں حضرت امام مہدی کا ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ آپ وہاں سے یو۔پی بغرض تبدیلی آب و ہوا تشریف لائے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کا سفر اختیار کیا۔ جب آپ دہلی پہنچے حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف بہت سے اعتراضات لوگوں سے سُنے۔ چنانچہ آپ کو قادیان آنے کا شوق پیدا ہوا اور حضورؑ سے ملاقات کی خواہش ہوئی۔ آپ سیدھے قادیان پہنچ کر حضرت اقدسؑ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ بیعت کرنے کے بعد آپ اپنے وطن چٹاگانگ واپس آئے اور دن رات احمدیت کی تبلیغ میں مشغول ہو گئے۔ تبلیغ کے نتیجہ میں غیر احمدی مولوی صاحبان آپ کے دشمن ہو گئے۔ جس کی بناء پر آپ کو کافی مشکلات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ باقاعدہ اپنی تبلیغی کارگزاری کی رپورٹ حضرت اقدسؑ کے پاس بغرض دعا ارسال فرماتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء کے اخبار بدر میں ان کی کارگزاری کی رپورٹ چھپی ہے اور اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت احمد کبیر نور صاحبؓ نے "وفاتِ مسیح معروف بہ ذوالفقار علی" نامی ایک کتاب تحریر فرمائی اور وہ کلکتہ سے طبع ہوئی۔ مشرقی پاکستان میں احمدیت کی روشنی اور اس کی اشاعت سب سے پہلے آپ ہی کے ذریعہ سر انجام پائی۔ خاص طور پر چٹاگانگ کے علاقہ میں

آپ نے بہت زیادہ تبلیغ کا کام کیا اور غیر احمدیوں
سے کئی مناظرے بھی کئے۔ آپ کی تاریخ وفات معلوم
نہیں ہو سکی۔ آپ اپنے گاؤں میں ہی مدفون ہیں۔

انہی ایام میں ضلع میمن سنگھ کے رہنے والے
جناب رئیس الدین خان صاحب برما میں پوسٹ ماسٹر
تھے۔ آپ کو اردو کتابیں اور اخبار پڑھنے کا بہت
شوق تھا۔ سب سے پہلے آپ کو احمدیت کا علم احمدیت
پر اعتراض کرنے والے ایک اخبار سے ہوا۔ عین اسی
دن دو پنجابی دوست ایک مسجد میں نماز جمعہ کے بعد
آپ سے ملے اور انہوں نے آپ کو احمدیت کا پیغام
پہنچایا۔ لیکن دوسرے احباب جو مسجد میں بیٹھے ہوئے
تھے ان کی گفتگو سے تنگ آ گئے اور انہوں نے ان
کو مسجد سے باہر نکال دیا۔

لیکن اسی دن مذکورہ ہر دو دوستوں نے
خان صاحب کی رہائش گاہ پر ان سے ملاقات کی۔ خان صاحب
نے اچھی طرح ان کی مہمان نوازی کی۔ ان دونوں صاحبوں
نے خان صاحب کو اچھی طرح احمدیت کی تبلیغ کی اور
جاتے وقت "عسل مصفّٰی" نامی ایک کتاب ان کو
دی۔ اس کتاب کے پڑھنے کے ساتھ ہی احمدیت کی
صداقت ان پر واضح ہو گئی۔ اب آپ بیعت کے لئے
بیتاب ہوئے۔ چنانچہ اسی غرض سے آپ قادیان کی
طرف روانہ ہو گئے۔ قادیان پہنچ کر آپ نے ۱۹۰۶ء
میں حضور اقدسؑ کی بیعت کر لی اور احمدیت میں داخل
ہو گئے۔ الحمد للہ۔ اس کے بعد آپ نے حضورؑ کے
پاس پندرہ دن تک قیام کیا۔

ایک بات قابل ذکر ہے کہ جب آپ ابتداءً
قادیان پہنچے تو آپ کو قادیان کے پاس ہی ایک نہر
کو گھوڑے کے ذریعہ عبور کرنا پڑا۔ نہر عبور کرتے
وقت آپ کے کپڑے کا کچھ حصہ پانی سے گیلا ہو گیا۔
اسی حالت میں جب آپ حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے
تو حضور اقدسؑ نے نہایت شفقت سے پوچھا آپ کو
کہیں زخم تو نہیں آیا؟ حضورؑ کے اس شفقت اور
محبت سے دریافت فرمانے کا آپ کے دل پر گہرا اثر
ہوا۔

بعض احباب نے حضرت خان صاحبؓ کو دیکھا
ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب کبھی آپ سے حضور
علیہ السلام کے بارے میں سوال کرتے کہ آپ نے
حضورؑ کو کس طرح دیکھا ہے تو فوراً آپ کی آنکھوں
سے آنسو جاری ہو جاتے اور حضورؑ کی محبت و شفقت
میں محو ہو جاتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک قیمتی
ہیرا آپ سے کھو گیا ہے۔

حضرت خان صاحب تبلیغ کرنے میں بے مثال
تھے۔ آپ تبلیغ میں ایک سرور اور لذت محسوس
کرتے تھے۔ آپ اپنی بیگم صاحبہ کو روزانہ اخبار پڑ
ڑھ کر سنایا کرتے تھے اور کبھی بیگم صاحبہ آپ کو
اخبار پڑھ کر سنایا کرتی تھیں۔ خان صاحبؓ کے
بیعت کرنے کے ایک سال بعد ان کی بیوی نے حضرت
اقدس المسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی ابتدائی ایام
کی پگڑی پہنے ہوئے خواب میں دیکھا۔ اس کے بعد
انہوں نے بھی بذریعہ خط حضورؑ کی بیعت کر لی۔ اس کے

آٹھ ماہ بعد حضور اقدس کا وصال ہوگیا۔

حضرت خان صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ آپ کے گاؤں کے ارد گرد کے رشتہ داروں میں سے کئی افراد جماعت میں داخل ہوئے۔ ۱۹۲۱ء اگست یا ستمبر کے مہینے میں آپ انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اور اپنے گاؤں میں ہی دفن ہوئے۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ وہ صحابی تھے جن کی بدولت احمدیت کا مشرقی پاکستان میں آغاز ہوا۔

بالآخر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اصحاب کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور مشرقی پاکستان میں احمدیت جلد از جلد چاروں طرف پھیل جائے۔ آمین ✦

دیانت۔ محنت اور مشقت

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"دیانت۔ محنت اور مشقت برداشت کرنے کی عادت بھی ہمارے نوجوانوں میں ہونی چاہیئے۔ ہمارے ملک میں مشقت برداشت کرنے کی عادت بہت کم ہے۔ جہاں کوئی ایسا کام پیش آیا جس میں محنت اور مشقت کی ضرورت ہوتی ہے تو فوراً دل چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ہمیں سب سے زیادہ محنت اور برداشت کرنے کی عادت کی ضرورت ہے۔ .... دنیا میں ہماری نسبت چار ہزار کے مقابلہ میں ایک کی ہے اور جب تک ہم دوسروں کی نسبت چار ہزار گنا زیادہ کام نہ کریں کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں۔" (الفضل ۷ رجولائی ۱۹۴۴ء)

خواجہ عبدالمومن مومن
—— گولبازار ربوہ ——

ایک تڑپ

عشق کی منزل طے کرنا بڑا دشوار ہے
پیار کے ہر موڑ پر ننگی کھڑی تلوار ہے

وادئ الفت کو طے کرنا کوئی آساں نہیں
نفس کو بالکل مٹانا یہ بڑا آزار ہے

زندگانی کی تمنا تو بہت کرتے ہیں لوگ
فکرِ دنیا میں کٹی جو عمر وہ بیکار ہے

دولت و حشمت کبھی دل کو نہیں دیتی سکوں
ذکرِ مولیٰ سے ہے راحت جو بڑی سرکار ہے

چھوڑ دو اے دوستو دنیا بھی اک اندھیر ہے
دین کے پیچھے چلو یہ نور ہے وہ نار ہے

آج یہ اشعار کیوں؟ مومن ہوا ہے کیا تجھے
اسلیئے کہ آج دل میرا بہت بیزار ہے

لطف الرحمٰن صاحب محمود
ایم۔ اے

زبانِ اُردو کی اہمیّت!

(قسط نمبر ۲)

اُردو کا بھارت میں حشر:-

ہندوؤں کی شدید مزاحمت کے باوجود پاکستان معرضِ وجود میں آ تو گیا لیکن متعصب ہندو ذہن نے اسے دل سے تسلیم نہ کیا۔ بلکہ فرقہ پسند ہندو عناصر "اکھنڈ بھارت" کے نعرے بلند کرنے لگے (جن کی صدائے بازگشت آج بھی بھارت کے مختلف خطوں سے سنائی دیتی رہتی ہے) لیکن پاکستان مٹنے کے لئے معرضِ وجود میں نہ آیا تھا۔ بپھرے ہوئے شکست خوردہ فرقہ پرستوں نے ہندوستان میں مسلم کشی کی مہم شروع کر دی اور چار کروڑ مسلمانوں پر مشتمل سب سے بڑی اقلیت کی ثقافت، زبان اور دیگر روایات کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ سیکولرازم کے ڈھول بھی پیٹے جاتے رہے۔ جن کی گونج کبھی لینن گراڈ میں سنائی دیتی ہے اور کبھی نیویارک میں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ فرقہ پرستی نے اپنا کام جاری رکھا۔ قبرستان کھیتوں میں ڈھل گئے ——— مسجدیں شوالے بن گئیں یا منہدم ہو گئیں۔ جو بچیں ان میں شفاخانے قائم ہو گئے ——— اور باقیوں سے اصطبل اور سٹور کا کام لیا جانے لگا۔ بلوے اور فرقہ دارانہ فساد الگ۔ تجارتی حق تلفی اس کے علاوہ۔ اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں بے انصافی مزید۔ غرض کس کس زخم کی نشان دہی کی جائے اور کہاں کہاں پنبۂ مرہم رکھا جائے ——— ایک ظلم جو اچھا خاصہ نمایاں ہے وہ ہے اردو زبان کا قلع قمع ——— اور خاص طور پر اُن علاقوں میں بھی جہاں اُردو نے جنم لیا۔ پروان چڑھی۔ غالبؔ، میرؔ اور مومنؔ کی زمین میں آج عروسِ اُردو فرقہ دارانہ ذہنیت کی چتا میں جل رہی ہے۔ اور اس کی مرگِ ناگہاں پر گنتی کے چند آنسو بہانے والوں پر ہنسنے والے کروڑوں ہیں!! اگر کوئی مَن چلا احتجاج کرتا ہے تو اس کا احتجاج ایسا ہے کہ اس نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوتا ہے۔ اور "ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا؟" والی بات ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ آج تک کسی زبان کے ساتھ اُس کے وطن میں وہ سلوک نہیں ہوا جو اُردو کے ساتھ روا رکھا گیا ہے!!

اُردو کو مٹانے اور اس کے مقابل پر ہندی اور دوسری زبانوں کو آگے لانے کی کوششوں کی عمر ایک صدی سے بھی زیادہ ہے۔ آزادی کے بعد اربابِ بست وکشاد اور فرقہ پرست ہندوؤں کو کھل کھیلنے کا موقع ملا اور آزادی

سے قبل جن صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں قائم ہوئی تھیں وہاں بھی مسلم کُشی اور اُردو کُشی کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اس ضمن میں اختصار کے ساتھ چند اشارات پیش کرنے ضروری ہیں۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ کس طرح اُردو کُشی کے لئے ہندوؤں کے مذہبی اور اکثر سیاسی لیڈروں نے اتحاد کر لیا اور اُردو کے سینے میں دھرم اور رام راج کے نام پر کتنی بے دردی سے خنجر بھونک دیا گیا۔ اُردو کا قتلِ عام اس لئے جائز اور روا رکھا گیا کہ "یہ اسلامی زبان ہے" ——— اور "اس کا مزاج اسلامی ہے" ——— جن الزامات کی وجہ سے اُردو گردن زدنی اور کشتنی قرار دی گئی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں

- اس کا رسم الخط بدیشی ہے۔ دنیا بھر کی زبانیں بائیں ہاتھ سے شروع ہوتی ہیں مگر عربی اور فارسی کی تقلید میں اردو دائیں ہاتھ سے شروع ہوتی ہے۔
- اردو کی اصل فارسی اور عربی ہے۔
- اردو کے محاورے اسلامی ہیں۔
- اردو ایک زبان نہیں۔ اب وہ اسلامی تعلیم اور سنسکرتی کے پرچار کا ذریعہ بن گئی ہے اس کے سب محاورے اور مثالیں اسلامی ہیں۔
- اردو "ہے" اور "نہیں" کو چھوڑ کر عربی اور فارسی ہے۔
- یوپی کے ایک وزیرِ اعلیٰ نے تو حد ہی کر دی۔ فرمایا:۔ "اردو مسلمانوں کی زبان ہے اور قرآن کے حروف میں لکھی جاتی ہے مسلمان بادشاہوں نے اسے بنایا مسلمان جا بجا اسے رکھیں اور پھیلائیں۔"

بھارت میں اُردو دشمنی کا پس منظر:۔

اُردو دشمنی کی تحریک کا تاریخی جائزہ لیتے وقت ہمیں سب سے پہلے دیانند کی تحریک آریہ سماج سے واسطہ پڑے گا۔ دیانند نے ہندوؤں کی ترقی کے لئے بہت کچھ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے اسلام اور دیگر الہامی مذاہب کو ہندو دھرم کا رقیب اور حریف سمجھ کر ان کے خلاف زہر افشانی کا سلسلہ شروع کیا اور انبیاء علیہم السلام پر زبانِ طعن دراز کی۔[1] اس نے ہندی کو

[1] یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ دیانند کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں متعدد مقامات پر ذکر ملتا ہے۔ ایک مقام پر حضور فرماتے ہیں:۔

"اس ملک پنجاب میں جب دیانند بانی مبانی آریہ مذہب نے اپنے خیالات پھیلائے اور سفلہ طبع ہندوؤں کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر اور ایسے ہی دوسرے انبیاء کی توہین پر چالاک کر دیا اور خود بھی قلم پکڑتے ہی اپنی شیطانی کتابوں میں جا بجا خدا کے تمام پاک اور برگزیدہ نبیوں کی تحقیر اور توہین شروع کی۔ اور خاص اپنی کتاب "ستیارتھ پرکاش" میں بہت کچھ جھوٹ کی نجاست کو استعمال کیا اور بزرگ پیغمبروں کو گندی گالیاں دیں تب مجھے اس کی نسبت الہام ہوا کہ خدا تعالیٰ ایسے موذی کو جلد تر دنیا سے اٹھا لیگا۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۲۷ نیز ملاحظہ ہو صـ۱۱۲ مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۰ء)

سارے بھارت کی زبان بنانے کی تلقین بھی کی۔ اسی طرح "ہندی ساہتیہ سمیلن" ایک اور ادارہ قائم کیا گیا۔ پرشوتم داس ٹنڈن اس کے روح رواں بنے۔ اس نے بھی ہندی کو "راشٹر بھاشا" بنانے کے لئے ان تھک کام کیا۔ نیکم چند چٹو پادھیا۔ راجندر لال متر اور مالوی جی۔ اور گاندھی جی بھی اس جدوجہد میں کسی سے پیچھے نہ رہے اُردو کو مسلمانوں کی زبان اور اس کے رسم الخط کو نستعلیق اور اسلامی قرار دے کر اسے مٹانے کا پرچار ہوتا رہا۔ بال گنگا تلک نے ۱۹۰۵ء میں دیو ناگری رسم الخط کی تحریک از سرِ نو زیادہ شدّت کے ساتھ چلائی۔ بلکہ یہاں تک دعویٰ کیا کہ دیو ناگری ہی ایک ایسا رسم الخط ہے جو تمام دنیا میں سب سے زیادہ مکمّل ہے۔ انہوں نے ہندوستان کی تمام زبانوں کو ناگری رسم الخط میں لکھنے کی تحریک چلائی۔ گاندھی جی نے بھی اس تجویز کی پُرزور حمایت کی اور اسے بھارت کے اتحاد کے لئے نہایت ضروری امر قرار دیا۔ ان اصحاب کی ان مساعی کو دھرم بھاشا، بھارت اور آریہ ورت کی گرانقدر خدمات قرار دیا گیا ہے اور اب ہندوستان میں بڑی عقیدت اور محبّت کے ساتھ ان سورماؤں کو یاد کیا جا رہا ہے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے ——

۱۔ "راشٹر بھاشا ہندی کا اگلا تاریخ لکھنے والا —— اس صدی کے پچھتّر سال پر جانک نظر ڈالے تو تین شخصوں کا خاص طور پر تذکرہ کرنا پڑے گا۔ مہارشی دیانند، مہاتما گاندھی، راج رشی ٹنڈن۔ جس لگن کے ساتھ ٹنڈن جی نے اپنی مادری زبان اور دیش کی بھاشا کے لئے ۵۳، ۵۴ سال سے محنت کر رہے ہیں وہ بھارت کی تاریخ میں ایک مثالی واقعہ ہے۔"

(روزنامہ سینک ہندی۔ آگرہ ۲۰ جولائی ۱۹۵۹ء بحوالہ "لاہور" ۵/۶۵ ۳۱)

۲۔ پرتاب سنگھ صدر بین الاقوامی آریہ سماج لکھتے ہیں:۔

"آپ جانتے ہیں کہ راشٹر بھاشا ہندی کے پرچار کے معاملہ میں آریہ سماج جتنا کوشاں رہا ہے۔ ہندی کے پرچار کو رشی دیانند نے ہمارے لئے ایک ایسا فرض بنا دیا تھا جس سے ہم کسی حالت میں بھی بچ نہیں سکتے تھے۔ ہندی کی اشاعت یہی ہمارے دھرم اور ہماری سنسکرتی کی بنیاد ہے۔ دیش کے سنگھٹن (تنظیم) کو مضبوط کرنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے اچاریہ (گرو) نے اپنی زندگی میں اس طرف چلنے کا حکم دیدیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آزاد بھارت میں ہندی کو دیش کی راشٹر بھاشا مانا گیا ہے۔"

(آریہ متر ۹ فروری ۱۹۶۲ء)

اس مذہبی، سیاسی اور قومی پشت پناہی کے پس منظر کا

منطقی نتیجہ یہ ہے کہ حکومت کے سربراہ اور سرکاری حکام بھی ہندی کی حمایت کرنا اپنے لئے فخر اور سعادت کا موجب سمجھتے ہیں۔ بھارت کے سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ایک بیان میں لوگوں سے اپیل کی :-

"ہندی کو قومی زبان بنانے کا تصور اُتر بھارت کے لوگوں نے نہیں کیا بلکہ ہندی کو قومی زبان کا مقام دلانے والے مہارشی دیانند اور گاندھی جی خود گجراتی تھے ایسے نظریے سے ہندی جو ایک ہندوستانی کے لئے مخاص اہمیت رکھتی ہے۔ اور مہارشی دیانند کے پیرو ہونے کے سبب سے ہر ایک آریہ سماجی اور گاندھی جی کے ماننے کے سبب سے ہر کانگریسی اور دوسرے ہندی دوستوں کا فرض ہے کہ ہندی کو قومی زبان کی اہمیت کے لئے شخصی طور پر اور مل کر کوشش کریں۔"

(آریہ متر ۱۱ ستمبر ۱۹۶۰ء)

ان اقتباسات سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہندی کو اُردو پر غالب کرنے کے لئے تحریک تقریباً ایک صدی سے چل رہی ہے۔ پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد اس میں شدت پیدا ہو گئی اور اُردو کی قیمت پر ہندی کو آگے لانا جائز بلکہ ضروری سمجھا گیا۔

پنڈت نہرو کو اُردو سے بھی دلچسپی تھی اور وہ کسی حد تک اُردو کو بھی باقی رکھنے کے حق میں تھے غالباً انہی کی کوششوں سے اردو کو آئین ہند کی تسلیم شدہ زبانوں میں شمولیت کا شرف بخشا گیا ہے لیکن عملاً اس زبان کی حالت اب خاصی پتلی ہے۔ اب قائداعظم کی سیاسی بصیرت کی داد دیجئے۔ آپ نے ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں صدارتی خطبے میں ان خدشات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"ہندی ہندوستان کی قومی زبان ہوگی۔ بندے ماترم قومی ترانہ ہوگا۔ اور جبراً سب سے منوایا جائے گا۔ ہر شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ کانگریسی جھنڈے کی عزت کرے۔"

(خطبہ صدارت اجلاس ۱۹۳۷ء)

اور آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان میں مسلم ایکٹ اور اردو کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ بھارت میں اردو کا مستقبل کیا ہے؟ —— ایک واقعے اندازہ کیجئے۔ ۱۹۵۴ء میں جب صدر بھارت کو بیس بائیس لاکھ افراد کے دستخطوں سے ایک میمورنڈم انجمن ترقی اُردو نے اُردو کو یوپی کی علاقائی زبان بنانے کے لئے پیش کیا گیا تو صدر محترم کو اس کے متعلق لب کشائی کی توفیق تک نہ ملی۔ آخر ملتی کیونکر، جبکہ ہندو فرقہ پرستوں کی طرف سے کہا گیا تھا کہ اس قسم کا میمورنڈم "غداری"

کے مترادف ہے۔ اور انجمن ترقی اُردو اور اس کی شاخیں فرقہ وارانہ اور غدار ادارے ہیں اس لئے حکومت کو ان کی کڑی نگرانی کرنی چاہیئے ——— "ہر دعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟" ——— یہی کہا جا سکتا ہے ؎

فقیہہ شہر سے مے کا جواز کیا پوچھیں
کہ چاندنی کو بھی حضرت حرام کہتے ہیں!

بھارت میں اُردو پر کیا بیت رہی ہے۔ دو اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ مہاشے کرشن تحریر کرتے ہیں:-

"بھارت کے آزاد ہونے کے بعد ہندوؤں کو اُردو کی غلامی سے نکلنے کا موقع ملا۔ اور وہ نکل آئے ہیں جب مسلمان سر پیٹ رہے ہیں۔ اُردو کے دن اب گئے۔"

(ویر ارجن ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

"میں مانتا ہوں کہ اس وقت پنجاب اور دہلی پر اُردو کا اثر ہے لیکن کب تک؟ کیونکہ اُردو کو بجز فارمولوں کے ذریعے اکالیوں نے پنجاب سے نکلوا دیا ہے جو زبان سکولوں میں نہ پڑھائی جائے وہ کب تک بچے گی؟"

(ویر ارجن ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

جناب دیوان سنگھ مفتون ایڈیٹر ریاست جب تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تشریف لائے تو سوال و جواب کی ایک محفل میں ہندوستان میں اُردو کے مستقبل کے بارے میں ان سے ایک سوال پوچھا گیا اُنہوں نے نہایت صفائی سے جواب دیا کہ:-

"ہندوستان میں اُردو کا مستقبل نہایت تاریک ہے چند سال بعد اُردو میں لکھا ہوا پوسٹ کارڈ بھی پڑھنے والا ہندوستان میں نہیں ملے گا۔"

پھر عثمانیہ یونیورسٹی دکن کا کیا حشر ہوا! اس یونیورسٹی نے اُردو کی ترقی کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہاں لاکھوں روپے کے خرچ سے دار الترجمہ قائم کیا گیا جس کی کئی سال کی مسلسل محنت اُردو دشمنی کے جذبے سے مغلوب ہو کر آگ کے شعلوں کی نذر کر دی گئی۔ اب دکن میں اُردو تراجم کی راکھ بھی موجود نہیں!

اگرچہ آئین بھارت کے مطابق اُردو بھارت کی ڈیڑھ درجن زبانوں میں سے ایک ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اُردو ان زبانوں میں سے ایک ہے جو ہندوستان کے مختلف خطوں میں وسیع پیمانے پر بولی جاتی ہے۔ ان زبانوں کو بھی سرکاری زبان ہندی کے دوش بدوش ترقی کی سرکاری مراعات سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے لیکن عملی طور پر اُردو کے سوا باقی قومی زبانوں مثلاً بنگالی، مرہٹی، گجراتی، تامل، کنڑی کو لسانی ترقی کے لئے سرکاری سرپرستی کا شرف حاصل ہے۔ اس کے برعکس اُردو آج بھی اپنے جائز

بچانے کے لئے نظرِ کرم کی محتاج ہے۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ اُردو کو ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے علاقے کی علاقائی زبان بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ یو۔پی کے پرائمری کے درجے میں تعلیم پانے والے مسلمان بچوں کے والدین کا یہ مطالبہ کہ ان کے لئے مادری زبان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے حکومت نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اُردو یو۔پی کی علاقائی زبان نہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں اُردو کے اثر کو زائل کرنے کے لئے مخالف عناصر پوری قوت سے عمل کر رہے ہیں۔ ان کوائف اور قرائن سے ہر قاری اندازہ لگا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اُردو کی کیا حالت ہے؟ جی ہاں یہ وہی اُردو ہے جس کے متعلق سر تیج بہادر سپرو کہا کرتے تھے:۔

"اُردو ہندو و مسلمان کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اس کی پیدائش و نشو و نما میں دونوں نے حصہ لیا ہے۔ میں اس ترکۂ مشترکہ کو ناقابلِ تقسیم سمجھتا ہوں۔"

(پیغام برائے یوم اُردو آگرہ منعقدہ ۱۸ دسمبر ۱۹۳۸ء)

لیکن اسے "پاکستانی" بنانے کے جرم میں ملک بدر کر دیا گیا ہے!! (باقی)

اُردو لکھیے، اُردو بولیے، اُردو پڑھیے!

مکرم عبد الکریم صاحب قدسی

"خالد"

خادم کا نگہبان، نگہبان ہے خالد
"محمود" کا خدام پہ احسان ہے خالد

انعمت و مغضوب میں ہے فرق بتاتا
سچ پوچھو تو اک خادمِ قرآن ہے خالد

یہ خون پسینے سے ہے خدام کو سینچے
بے آب زمینوں کا یہ دہقان ہے خالد

ڈرتا نہیں شورش سے کسی حال میں خالد
اُٹھتا ہوا طوفان ہے، طوفان ہے خالد

ہے شمع و پروانہ کا اک ساتھ پرانا
میں اس پہ فدا، مجھ پہ بھی قربان ہے خالد

گو پیارے ربوہ کی ہر اک چیز ہے مجھ کو
سچ پوچھیے قدسی کی مگر جان ہے خالد

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

(از ص ش)

نے تمہاری اس طرف راہنمائی کی۔
کلبی اسدی اور فراء کہتے ہیں :۔
کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی قوم میں پایا جو گمراہ تھی اور پھر تیرے لئے ان کو ہدایت دیدی۔
اسکے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں :۔
کہ اس نے تمہیں قبلہ کا طالب پایا اور اس طرف راہنمائی کر دی۔ قرآن مجید میں اس طرف اشارہ ہے قد نری تقلّب وجہك فی السّماء فلنولّینّك قبلةً ترضاھا۔
ضلال کے معنے طلب کے بھی ہوتے ہیں یعنی تجھے اپنی قوم میں ضائع ہوتے ہوئے پایا تو اپنی طرف بلا لیا۔
ضلال کے معنے محبّت کے بھی ہوتے ہیں اسلئے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ تجھے ہدایت کا محب پایا اور ہدایت دی۔ مندرجہ ذیل شعر میں ضلال بمعنے محبّت ہی استعمال ہوا ہے۔
عجبًا لعزة فی اختیار قطیعتی
بعد الضلال فحبلها لقد اُخلقا
ووجدك ضالًا کے ایک معنے یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تجھے مکہ کی گھاٹیوں میں بھولا ہوا پایا تو تیری راہنمائی کی۔ یعنی دادا عبد المطلب کی طرف لوٹا دیا۔"
(فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۴۴)

جناب علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی اپنی مشہور تفسیر "لباب التاویل" میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"المہ یجدك یتیمًا میں یتیمًا سے مراد صغیرًا ہے یعنی کیا تجھے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا پا کر اپنی طرف پناہ نہیں دی تھی جب تیرے والد انتقال کر گئے تھے اور تیرے لئے کوئی مال اور پناہ گاہ چھوڑ کر نہیں گئے تھے پھر تیرا خدا تجھے ابو طالب کے پاس لے گیا جس نے تیری احسن رنگ میں تربیت کی اور تیری حاجات کا متکفل ہوا۔ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضرت عبد المطلب نے جو آپؐ کے دادا تھے آپؐ کی کفالت کی اور جب وہ انتقال کر گئے تو آپؐ کے چچا ابو طالب نے اس وقت تک آپؐ کی کفالت کی جب کہ آپؐ تنومند جوان ہو گئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یتیمًا کا لفظ عربوں

کے قول "درۃ یتیمۃ" کی طرز پر ہے اور معنے یہ ہیں کہ کیا اس نے قریش میں تمہیں اکیلا عدیم النظیر نہیں پایا تھا؟

پھر اس نے تمہیں اپنی طرف پناہ دی، تیری تائید کی اور نبوت سے مشرف کیا، تجھے رسالت کے لئے چُن لیا۔

ووجدک ضالاً یعنی جس حال میں آپ اُس دن تھے فھدٰی تو اللہ تعالیٰ نے توحید اور نبوت کی طرف تمہاری راہنمائی کی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ضالاً سے مراد یہ ہے کہ تمہیں معالمِ نبوت اور احکامِ شریعت سے ناواقف پایا تو ہدایت دی۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی گھاٹیوں میں ایک دفعہ درانحالیکہ آپؐ بچے ہی تھے راستہ بھول گئے۔ ابوجہل جو بکریوں کے پاس سے واپس آرہا تھا اس نے آپ کو دیکھا تو آپؐ کے دادا عبد المطلب کے پاس لے آیا۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے قافلہ میں گئے اسی دوران میں ایک تاریک رات میں ابلیس آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ کی اونٹنی کی مہار پکڑی اور آپؐ کو غلط راستے پر ڈال دیا۔ جبرائیل حاضر ہوئے اور ابلیس کو پھونک ماری تو وہ حبشہ کی طرف جا پڑا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قافلہ کی طرف لوٹا دیا۔

ووجدک ضالاً فھدٰی کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں کہ تو اپنے نفس کو نہیں جانتا تھا کہ تو کون ہے اللہ نے تجھے تمہارا نفس اور تمہاری حالت بتا دی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنے ہیں کہ اس نے تجھے اہلِ ضلالت لوگوں کے درمیان پایا تو تجھے بچا لیا اور ایمان کی طرف اور انہیں نصیحت کرنے کی طرف تیری راہنمائی کی۔

ضلال کے معنے حیرت کے بھی کئے گئے ہیں اور یہ اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا کی خلوتوں میں ایسی چیزوں کی تلاش کرتے تھے جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنے دین کی طرف ہدایت دے دی۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اس نے تجھے اُس
بیان کے بارہ میں جو تیری طرف نازل
کیا گیا متحیر پایا تو اپنے بیان کے لئے
راہنمائی کی۔ اور اُن لوگوں کا قول
قابلِ التفات نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے
مرتبہ پر سرفراز ہونے سے پیشتر اپنی قوم
کے دین پر تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ
کو اسلام کی طرف ہدایت دی کیونکہ
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام
انبیاء سابقین یوم پیدائش سے دعویٰ
نبوت تک توحید اور ایمان پر قائم
تھے اور اسی طرح دعویٰ نبوت کے بعد
بھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور
توحید کی ناواقفی سے معصوم ہوتے
ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قریش
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام
عیب لگائے لیکن شرک اور امورِ
جاہلیت کے ارتکاب کا الزام وہ بھی
نہیں لگا سکے۔ بایں وجہ کہ وہ اس طرف
راہ ہی نہیں پا سکے اور اگر کوئی ایسی
بات ہوتی تو وہ خاموش نہ ہوتے۔"
(لباب التاویل جزء رابع ص۵۰۰)

مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیتِ
الٰہیہ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:-

"جو شخص قرآن کریم کی اسالیب کلام
کو بخوبی جانتا ہے اس پر یہ پوشیدہ
نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم
جل شانہٗ اپنے خواص عباد کے لئے
ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ
بظاہر بدنما ہوتا ہے مگر معناً نہایت
محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے۔
جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے نبی کریمؐ
کے حق میں فرمایا وجدک ضالاً
فھدیٰ۔ اب ظاہر ہے کہ ضال
کے معنے مشہور اور متعارف جو اہلِ
لغت کے منہ چڑھے ہوئے ہیں گمراہ
کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے
یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے
(اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا
اور ہدایت دی حالانکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے۔ اور
جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے
کہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو
وہ کافر بے دین اور حدِ شرعی کے لائق
ہے بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنے لینے
چاہئیں جو آیت کے سیاق اور سباق
سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلشانہٗ
نے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا الم

يجدك يتيماً فاٰوٰى - ووجدك ضالًّا فهدٰى - ووجدك عائلًا فاغنٰى - یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بے کس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا - ان معنوں کی صحت میں یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو ان کے بعد آتی ہیں یعنی یہ کہ فامّا اليتيم فلا تقهر - واما السائل فلا تنهر - واما بنعمة ربك فحدث - کیونکہ یہ تمام آیتیں لف ونشر مرتب کے طور پر پہلی آیتوں میں جو مدعا مخفی ہے دوسری آیتیں اس کی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں مثلاً پہلے فرمایا - الم يجدك يتيماً فاٰوٰى - اسکے مقابل پر یہ فرمایا فامّا اليتيم فلا تقهر یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھ کو پناہ دی ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے - پھر بعد اس آیت کے فرمایا وجدك ضالًّا فهدٰى - اس کے مقابل پر یہ فرمایا واما السائل فلا تنهر یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہمارے حقائق اور معارف کا طالب تھا سو جیسا ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم نے استاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علوم کے تجھ پر کھول دیئے اور اپنے لقاء کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا اور جو تو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا سو تو بھی مانگنے والوں کو رد مت کر اور ان کو مت جھڑک .....

اب اِن تمام آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اِس جگہ ضال کے معنے گمراہ نہیں ہیں بلکہ انتہائی درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی نسبت اسی کے مناسب یہ آیت ہے انك لفى ضلالك القديم - سو یہ دونوں لفظ ضلال اور ضلالت اگرچہ ان معنوں پر بھی آتے ہیں .... لیکن قرآن کریم میں عشاق کے حق میں بھی آتے ہیں جو خدا کی راہ میں عشق کی مستی میں اپنے نفس اور اس کے جذبات کو پیروں کے نیچے کچل دیتے ہیں ۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۶۹-۱۷۰)

جناب نسیم سیفی

وفورِ شوق

وفورِ شوق کے جذبِ نہاں پہ کیا گزری
کسی کے نالہ و آہ و فغاں پہ کیا گزری

کسے دوام ہے اس بے ثبات دنیا میں
بہار اُجڑی تو اُجڑی، خزاں پہ کیا گزری

نگاہِ شوق نے پست و بلند روند دیئے
مری زمیں پہ، ترے آسماں پہ کیا گزری

تمہارے در کو جو اکثر درِ حرم سمجھا
تمہیں بتاؤ کہ اس نوجواں پہ کیا گزری

نیاز مند کی جلوہ پرستیوں سے پوچھ
شبِ وصال دلِ ناتواں پہ کیا گزری

نکل کے آئے جو طور و حرا کی چلمن سے
مکاں کا ذکر ہے کیا، لامکاں پہ کیا گزری

مجھے اُٹھا تو دیا تھا، مگر بتا تو سہی
مرے بغیر ترے آستاں پہ کیا گزری

مکرم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری

"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ہے"

درِ حق پہ جو سر جُھکاتا نہیں ہے
حلاوت وہ ایماں کی پاتا نہیں ہے

بقائے دوامی وہ کیا پا سکے گا
جو ہستی کو اپنی مٹاتا نہیں ہے

ہے عاری وہ انسان انسانیت سے
جو انسان کے کام آتا نہیں ہے

جو ہو آشنا خود بھی درد و الم سے
کِسی کا کبھی دل دکھاتا نہیں ہے

نہ جنت اسے مل سکے گی کہیں بھی
جو خود اپنی جنت بناتا نہیں ہے

کھڑا ہونا اپنے ہی قدموں پہ سیکھو
کِسی کا کوئی بوجھ اُٹھاتا نہیں ہے

سَدا عیش کوئی کراتا نہیں ہے
ہمیشہ گلے سے لگاتا نہیں ہے

سبق عمر رفتہ یہ دیتی ہے ہم کو
"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں ہے"

مَیں روؤں نہ کیوں اپنی قسمت پہ مولیٰ!
مجھے کوئی اپنا بناتا نہیں ہے

اگر رُوٹھ جاؤں کبھی مَیں کِسی سے
تو وہ بھُول کر بھی مناتا نہیں ہے

"ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا"
بڑھاپا مجھے راس آتا نہیں ہے

مٹاتا نہیں دل سے نقشِ دُوئی جو
رضا حق تعالےٰ کی پاتا نہیں ہے

محمدؐ کا غازی کسی حال میں بھی
درِ غیر پہ سر جھکاتا نہیں ہے

مصیبت کے دن ہوں کہ ہوں غم کی راتیں
وہ شِکوہ کبھی لب پہ لاتا نہیں ہے

یہ دنیا بڑی ظالم و بے وفا ہے
یہاں سے کوئی بچ کے جاتا نہیں ہے

بھُلایا خدا جس نے دنیا کی خاطر
خدا کو بھی وہ یاد آتا نہیں ہے

الٰہی بشر کو یہ کیا ہو گیا ہے
کِسی کو بھی خاطر میں لاتا نہیں ہے

سِوا دنیوی عیش و عشرت کے کچھ بھی
نگاہوں میں اس کی سماتا نہیں ہے

خدائی میں تیری ہی رہ کر نہ جانے
یہ کیوں تجھ سے اب دل لگاتا نہیں ہے

مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب ربوہ

جوانی — خدا تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کا زمانہ

جوانی کا زمانہ بھی عجیب زمانہ ہوتا ہے انسان کی تمام طاقتیں سمندر کی لہروں کی طرح موجیں مارتی ہیں اور انسان کے جذبات تیز طوفان کی طرح رواں دواں ہوتے ہیں۔ ایسے وقت میں وہ جدھر بھی رُخ کرتا ہے ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اگر وہ اپنی طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی طرف لگا دیتا ہے تو فرشتوں سے بھی چار ہاتھ آگے نکل جاتا ہے اور اگر شیطان کی پیروی پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو ابلیس کا بھی اُستاد بن جاتا ہے۔

اگر ہم غور کریں اور سوچیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے تو ہماری روح ہمیں یہ جواب دیگی کہ اپنے رب کو پانے کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا ہے۔ اس واضح مقصد کے سامنے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اپنی جوانی کی طاقتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ نہیں کرتا تو وہ بہت گھاٹے کی طرف جا رہا ہے۔ صوفیاء کا یہ مشہور قول ہمیشہ ہمارے مدنظر رہنا چاہیئے ؎

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم مے شود پرہیزگار

یعنی جوانی میں حقیقی توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ اختیار کرنا ہے۔ یہ بات سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ جوانی کے زمانہ میں انسان جس قدر نیکیاں کر سکتا ہے اور عبادات بجا لا سکتا ہے بڑھاپے میں نہیں کر سکتا۔

خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنے کا بہترین وقت شباب کا زمانہ ہے۔ تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ نوجوانوں نے اپنے رب سے تعلق قائم کرنے کے بعد جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اس کی نظیر کسی اور زمانہ میں نہیں پائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پُر ظلمت اور پُر آشوب زمانہ میں اسلئے بھیجا تا مخلوق کا خالق حقیقی سے پختہ رشتہ و تعلق قائم ہو۔ ہماری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے مامور پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی۔ پس جبکہ ہم ایمان لے آئے اور خدا تعالیٰ کی جماعت میں داخل ہو گئے تو پھر کیا ہم پر یہ بات فرض نہیں کہ ہم اپنے رب سے تعلق قائم کر کے اس غرض کو پورا کریں جس کیلئے خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کے حقیقی مصداق بننے کی کوشش کریں ؎

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

نیز حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس
شعر کو بھی ملاحظہ فرمائیے ؎

رونق مکاں کی ہوتی ہے اسکے مکین سے
اس دلربا کو دل میں بسانا ہی چاہیئے

آپ یہ غور کریں کہ جس مکان میں مکین نہ ہوں کیا
وہ مکان بارونق ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جس دل میں
خدا نہ بستا ہو، جس دل میں خدا تعالیٰ کی محبت کی شمع
فروزاں نہ ہو کیا وہ دل پُررونق ہو سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے
کہ جب تک اس دلربا کو دل میں بسایا نہ جائے زندگی
بے فائدہ ہے۔ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے کس خوبصورت انداز میں فرمایا ہے:۔

"کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو
اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا
ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔
ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری
اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔
کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک
خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت
لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے
سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق
ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل
ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف
دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔
یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔
میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری
کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے
بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا
یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں! اور کس
دوا سے میں علاج کروں تا سننے
کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر
تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ
خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے
ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے
جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے
اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے
منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی
تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا
میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم
جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ
تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے
ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس
رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے
ضائع ہونے سے روتا ہے اور
چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے
لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی
اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک
حاجت کے وقت کام آنے والا
ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود
کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا
خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ

تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا
مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ
بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب
اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔"

(کشتی نوح)

دوستو! غور کرو کتنا پیارا، کتنا حسین اور
کتنا دلکش تصور اللہ تعالےٰ کی ذات کا مسیح پاک
علیہ السلام نے پیش فرمایا ہے۔ اس لازوال اور
باکمال تصور کو دیکھ کر بھی اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ
کی محبت کو اپنے دل میں پیدا کرنے اور اس کے
قرب کو حاصل کرنے کی مقدور بھر کوشش نہیں کرتا
تو میں یہی کہوں گا اس نے اپنی زندگی کے مقصد کو جانتے
ہوئے اس سے منہ پھیر لیا۔ خدا کرے کہ ہم نوجوانان
احمدیت میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے جس کے دل میں
اپنے رب کی محبت کی شمع فروزاں نہ ہو۔ ہم میں سے
ہر خادم کا اپنے رب سے حقیقی تعلق قائم ہو جائے
اور ہم میں سے ہر ایک خدائی انوار کا وارث
بنے۔ تا دنیا کا چپہ چپہ میرے رب کی توحید اور
اس کے نور سے جگمگا اٹھے۔ اے خدا تو ایسا
ہی کر۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اے خدا تو ایسا
ہی کر۔ آمین ٭

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کا وقار عمل

مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۶۷ء کو خدام الاحمدیہ ملتان
نے ایک اجتماعی وقارِ عمل گلگشت کالونی میں منایا۔
جس میں حلقہ کے پریذیڈنٹ صاحب اور زعیم اعلیٰ
انصار اللہ ضلع ملتان نے بھی ازراہِ شفقت شرکت
کی۔ خدام نے حلقہ کی زیرِ تعمیر مسجد کے لئے ۱۰۰۰۰
(دس ہزار) اینٹیں ایک جگہ سے دوسری جگہ پر
پہنچائیں۔ مسجد کے کھلے صحن میں ۲۵ کے قریب
گڑھے کھودے گئے اور ان میں پودے لگائے
گئے۔ مسجد کا صحن کسیوں، بیلچوں اور رولوں سے
ہموار کیا گیا۔ اس موقع پر روزنامہ امروز کا پریس
فوٹوگرافر بھی موجود تھا۔ اس نے وقارِ عمل کے
دوران بہت سی تصاویر لیں۔ غیر از جماعت دوستوں
پر بھی اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔

کارگزاری ہفتۂ وصولی

مرکز کی ہدایت کے مطابق ہفتہ وصولی یکم
مارچ تا سات مارچ ۱۹۶۷ء مجلس خدام الاحمدیہ
ملتان نے نہایت کامیابی سے منایا۔ اس ہفتہ میں
کل وصولی ۴۸۴۳ روپے ۴۰ پیسے ہوئی۔
کل حصہ مرکز سالانہ چندہ مجلس ۹۲۷ روپے
اور چندہ اجتماع ۱۲۷ روپے ہے جس میں سے
صرف ۲۰۶ روپے ۴۰ پیسے چندہ مجلس اور

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

دِید و شُنید

"آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہُوا زمانہ"

۱۹۵۳ء میں خاکسار پرائمری سکول کی پانچویں کلاس کا طالب علم تھا اور وہ سال احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے لئے بڑا ہولناک تھا۔ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ احمدیوں کو مارنے کی دھمکیاں دی جا رہی تھیں یہاں تک کہ بعض جگہوں پر تو "سرفروشانِ اسلام" معصوم احمدی افراد کا خون بہانے سے بھی باز نہ آئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔

دوسرے شہروں کی طرح ہمارے شہر میں بھی احمدیت کو مٹانے کیلئے مخالفین تمام بُرے بھلا اپنی پوری طاقتیں صرف کر رہے تھے۔ آخر ایسا کیوں تھا؟ اسلئے کہ یہ ایک سچی جماعت ہے اور خدا تعالیٰ کے اس خاص مرسل کی جماعت ہے۔ لیکن اس کی حفاظت اور اس کی ترقی کا ذمہ وار خود خدا تعالیٰ ہی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہی جماعت احمدیہ یعنی حقیقی اسلام کی حفاظت فرماتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہاں تو میں اپنے شہر کی بات کر رہا تھا۔ غیر از جماعت لوگ تو احمدیت کے خلاف تھے۔ خود میری اپنی کلاس کے اکثر لڑکے میرے خلاف ہو گئے۔ مثل مشہور ہے کہ خربوزہ خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے اسلئے ایسا ہونا طبعی امر تھا چنانچہ ایک روز تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب میں علی الصبح اپنی کلاس میں داخل ہوا تو ایک غیر احمدی لڑکا میرے سخت خلاف ہو گیا۔ اس نے مجھے کمرہ میں بیٹھنے تک نہ دیا۔ اسکی دیکھا دیکھی دوسرے غیر احمدی لڑکوں نے بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ دوسرے لڑکے تو تھوڑا بہت تنگ کر کے خاموش ہو گئے لیکن یہ لڑکا جس کا کہ میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا۔ اس نے مجھے خوب ڈرایا دھمکایا کہ میں تمہیں حوالہ پولیس کر دوں گا تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔ اسی طرح کی کئی باتیں جو سلسلہ کے خلاف تھیں وہ کرتا چلا گیا لیکن بعض موقعوں پر تو اس نے مجھے تنگ کرنے کی بہت کوشش کی جب وہ حدِ اعتدال سے بڑھ گیا تو مجھے اس کی بُری حرکت کا جواب دینا ہی پڑا۔ اُس وقت حسن اتفاق سے شہتوت کی ایک پتلی سی چھڑی تھی میں نے پکڑی ہوئی تھی صرف اس معمولی سی چھڑی کے ساتھ میں نے اس کا مقابلہ کیا اور اس وقت تک اس کا مقابلہ کیا جب تک کہ وہ راہِ راست پر نہ آیا۔ اس معمولی سی جرأت پر وہ اتنا بزدل ہو گیا کہ آئندہ سے اُس نے احمدیت کے خلاف بُرا بھلا کہنا چھوڑ دیا۔ اب بھی اگر وہ مجھے کبھی ملتا ہے تو اپنا مُنہ نیچے کر لیتا ہے۔ نہ معلوم شرمندگی کی وجہ سے یا احمدیت کی سچائی کے سبب!

یہ تو اب خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال یوں تو یہ ایک معمولی سا واقعہ تھا لیکن بعد میں اس کے جو اثرات ظاہر ہوئے وہ بھی اگر احاطہ تحریر میں نہ لائے جائیں تو مضمون تشنہ تکمیل رہے گا۔ اور وہ اس طرح کہ جس کلاس میں میں پڑھتا تھا اس میں کل بیالیس لڑکے پڑھتے تھے لیکن جب نتیجہ نکلا تو بمشکل بائیس لڑکے پاس ہوئے اور جس جس نے احمدیت کی مخالفت کی وہ اور اس کے دوسرے تمام ساتھی امتحان میں ناکام ہوئے لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھ کے دیگر احمدی طلبہ کو بھی اپنے فضل سے کامیابی عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

(منصور احمد۔ جھنگ صدر)

"مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے"

پچھلے چند دنوں کی بات ہے خاکسار مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی طرف جا رہا تھا راستے میں ایک تنگ سی گلی سے گزر ہوا۔ اس گلی میں ایک چھوٹی سی مسجد واقع ہے۔ جب میں اس مسجد کے قریب سے ہو کر گزرا تو اچانک مسجد سے ایک ایسی آواز میرے کانوں تک پہنچی جسے ایک مسلمان کبھی بھی سننا پسند نہیں کرتا اور وہ بھی مسجد میں کہی گئی ہو۔ وہ آواز یہ تھی کہ "دس چتیاں اج رات کتھے گزاری اے"

اس آواز کے سنتے ہی دل پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور ازحد افسوس ہوا کہ بجائے اس کے کہ اس وقت جبکہ مغرب کی اذان میں چند ساعت ہی رہتے ہوں گے مسجد میں بیٹھ کر خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء سے اپنی زبان کو تر کیا جاتا مسجد میں ایسی آواز بلند کرنے کے کیا معنی؟

چنانچہ باقی تمام راستہ اسی غور و فکر میں طے ہوا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ آجکل دنیا کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے اس کی اصلاح کے لئے مامور زمانہ کا آنا ازحد ضروری تھا جو ایسے لوگوں کی اصلاح کیلئے خدا تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ تعلیم کو از سرِ نو لوگوں کے سامنے بیان کرے تا ایسے لوگوں کی اصلاح ہو سکے اچانک علامہ اقبال مرحوم کا یہ شعر بے ساختہ میری زبان پر آیا۔ شاید علامہ اقبال نے یہ شعر اسی موقع کے لئے کہا تھا کہ ؎

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

موجودہ دور بہت ہی نازک ہے اور ہم میں سے ہر شخص کو دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کریں۔ تا خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ کیونکہ محض اس کے فضل کے بغیر کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ہمیں اپنے آپ کو برے کاموں سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور شب و روز خدائے غفور و رحیم سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہماری حالت کو ایسے رنگ میں بدل دے کہ ہمیں اس کی رضا حاصل ہو جائے۔ تاکہ اس کے فضل کو زیادہ سے زیادہ جذب کر سکیں ؎

خدا نے کبھی اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا

دُعا ہے خدا تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ اپنی رضا کی راہوں پر گامزن رکھے اور ہر بُرائی سے محفوظ رکھے اور ہم سب کا انجام بخیر ہو۔ آمین ثم آمین۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

(منظور احمد نثار۔ جھنگ)

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!

(۱)

گزشتہ برس میرا انٹر کا امتحان ہو رہا تھا اُس روز مسٹری کا پرچہ تھا۔ گرمی تو لے شباب پر تھی اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ مجھے جگہ بھی ملی تو کہاں! کالج ہال کی گیلری کے نیچے دیوار کی اوٹ میں جہاں نہ ہوا لگے نہ پسینہ خشک ہو۔ اگرچہ بجلی کے پنکھے اپنی پوری قوت سے معروفِ عمل تھے تاہم ان کی ہوا مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ بورڈ کے اربابِ بست وکشاد پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ کیسا مناسب وقت انہیں امتحانات کے لئے ملا ہے! مئی ــ جون!! لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ ..... جب انسان خود جوان بدل رہا ہوتا ہے!!! یقین مانئے میرا ایک مربع فٹ کا سفید رومال پورے کا پورا موتے پسینہ کی نذر ہو چکا تھا۔ اور ایک یہ صاحب تھے کہ بس رُکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ ایسے میں پرچہ پر کیا خاک لکھتا۔ حالت تو یہ تھی کہ چند الفاظ لکھ لینے کے بعد باقاعدگی سے پسینہ پونچھنا پڑ رہا تھا ورنہ پرچہ ناس ہو جانے کا ڈر تھا۔

ہمارے نگران ایک باوقار، شریف الطبع اور نیک دل انسان تھے اُن سے میری یہ حالت زیادہ دیر تک دیکھی نہ گئی۔ مجھ سے کچھ کہے سُنے بغیر وہ خود ہی اسٹیج پر پہنچے، سپرنٹنڈنٹ صاحب سے کچھ کہا، پھر میرے پاس آئے۔ پرچہ مجھ سے لے لیا اور فرمایا "اوپر آئیے"۔ میں پریشان سا ہو گیا۔ نہ جانے کیا بات ہے؟ دل میں وساوس اور خدشات نے جنم لیا۔ مگر وہ جا رہے تھے۔ ناچار میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ اسٹیج پر پہنچتے ہی انہوں نے کمال درجہ کی محبت اور شفقت سے عین پنکھے کے نیچے مجھے ایک کرسی پیش کی نیز فرمایا "پرچہ یہاں حل کر لینے کے بعد مجھ تک پہنچا دیجئے گا"۔ میرا دل محبت اور تشکر کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔ میں نے شکریہ کے ساتھ اُن کی پیشکش قبول کی۔ دل سے خود بخود دعائیں نکل رہی تھیں اور اب بھی جب کبھی یہ واقعہ پورے پس منظر کے ساتھ میری نگاہوں میں گھومنے لگتا ہے تو اُن کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعائیں نکلنے لگتی ہیں۔

(۲)

کچھ عرصہ ہوا ہماری والدہ محترمہ، میری ہمشیرہ کے پاس چنیوٹ جا رہی تھیں۔ ان کے ساتھ میرا ایک بھانجا بھی تھا۔ یہی کوئی چار پانچ برس کا۔ والدہ نے مجھے کچھ پیسے دیئے تا پچوں کے لئے بازار سے مٹھائی وغیرہ لے آؤں۔ اُن کے

پاس اور پیسے نہیں تھے۔ مَیں مٹھائی خرید لایا اور انہیں بس میں سوار کروا دیا۔ کرایہ میرے پاس رہ گیا۔ جیب میں ہاتھ ڈالنے پر یاد آیا مگر بس روانہ ہو چکی تھی۔

سواریوں کے ساتھ ایسے وقتوں میں جو سلوک بسوں والے عموماً کیا کرتے ہیں۔ اس کا خیال کر کے مَیں تڑپ اُٹھا۔ بے چینی اور گھبراہٹ کے عالم میں مَیں نے دوسری لاری پکڑی۔ مجھ پر عجیب ازخود رفتگی کی کیفیت طاری تھی۔ ایک قابلِ احترام اور شریف خاتون کو، جو میری والدہ بھی تھی، نہ معلوم کیسے کیسے نازیبا الفاظ سُننا پڑیں جو ایسے مواقع پر یہ لوگ استعمال کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ یہ سوچتے ہی بے اختیار دعائیں ہونٹوں پر آ رہی تھیں۔ ربوہ سے چنیوٹ تک کا چھ میل کا سفر اسی بے چینی، اضطراب اور دلی تڑپ سے نکلتی ہوئی پُرسوز دعاؤں میں طے ہو رہا تھا۔ ایک ایک لمحہ صدیوں پر بھاری تھا۔ میرا چہرہ پریشانی کے باعث زرد، رنگ فق اور گلا خشک ہو چکا تھا۔ مجھ پر موت کی سی حالت طاری تھی۔ مَیں اپنے آپ کو کسی دوسری دنیا میں محسوس کر رہا تھا۔ میرا تخیل مجھے وہ مجمع دکھلا رہا تھا جس کے رُوبرو کنڈیکٹر میری والدہ کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور گالیاں بھی بک رہا تھا۔

اتنے میں چنیوٹ کا "پُرانا اڈہ" آ گیا جہاں والدہ صاحبہ کو اُترنا تھا۔ مَیں اضطراب کے عالم میں چاروں طرف نگاہیں دوڑا رہا تھا کہ شاید وہ بس نظر آ جائے لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔ دل و دماغ میں نئے خدشات نے جنم لیا۔ خیال آیا کہیں وہ جلد میں آ کر یہاں اُتارنے کی بجائے "نئے اڈہ" پر ہی نہ لے گئے ہوں۔ کیونکہ یہ اڈہ گھر سے کافی دُور پڑتا تھا۔ یہ سوچ کر مَیں بس پر سے نیچے اُتر آنے سے باز رہا۔ میری پریشانی اور بلبلاتی دعاؤں میں اور اضافہ ہو گیا۔

خدا خدا کر کے "نیا اڈہ" آیا۔ مَیں اُتر پڑا۔ مگر یہ دیکھ کر دل دھک سے رہ گیا۔ نہ وہاں وہ بس تھی نہ والدہ تھیں۔ نئے وساوس دل و دماغ پر چھا گئے۔ ذہن پر مسلّط تاریکیاں اور گہری ہو گئیں۔ موت کی سی زردی چہرہ پر اور نمایاں ہو گئی پھر خیال آیا شاید وہ گھر پہنچ گئی ہوں۔ جب واقعی اُنہیں وہاں موجود پایا تو حیرت و استعجاب سے آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ مَیں نے بے تابی سے پوچھا "آپ خیریت سے تو پہنچ گئیں نا؟" انہوں نے بتلایا کہ جب بس چل پڑی تو کنڈیکٹر انہیں ٹکٹ دینے کیلئے آیا۔ والدہ محترمہ نے اُسے کہا "مجھے یہیں اُتار دو کرایہ لڑکے کے پاس ہی رہ گیا ہے" جس پر کنڈیکٹر بولا "اماں جی کوئی بات نہیں، آپ آرام سے بیٹھی رہیں۔" یہ سُنتے ہی بے اختیار اُس نیک دل اور عمدہ کردار کے کنڈیکٹر کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی اور ساتھ ہی میرا دل و دماغ خدا کی حمد کرتے ہوئے اُس کے حضور جھک گئے کہ اُس نے محض اپنے خاص فضل سے کنڈیکٹر کے دل کو اپنے

تصرف میں نے کر نرم کر دیا اور اُس نے مجبوری کو بھانپ کر عفو سے کام لیا۔

(۳)

براہِ کرم لگے ہاتھوں ایک چھوٹا سا واقعہ اور بھی سُن لیجئے۔ ابھی چند دن کی بات ہے میں دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں کسی کام کے سلسلہ میں گیا ہوا تھا۔ واپسی پر جب میں سائیکل اسٹینڈ پر اپنی سائیکل لینے کے لئے گیا وہاں ایک معمر بزرگ بھی اپنی سائیکل لے رہے تھے۔ وہ سائیکل جو موڑنے لگے تو اس کا پہیہ میرے کپڑوں سے معمولی سا چھو گیا۔ لاشعوری طور پر میں کپڑے صاف کرنے لگا۔ میری نظر اُن کے چہرہ پر پڑی، ایک گونا شرمندگی سے انہوں نے فرمایا "معاف کیجئے گا"۔ میں نے جلدی سے اپنی خفت کو چھپاتے ہوئے کہا "کوئی بات نہیں"۔ اور پھر وہ مجھے کسی سوچ میں ڈوبا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ میں اُنہیں اپنی نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی میرے ذہن میں یہ مصرع گونج رہا تھا ؎

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

جو اپنے سے کم عمر لوگوں سے بھی بڑے ادب سے اور مہربانی سے پیش آتے ہیں +

منور احمد قاسم

ربوہ

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان۔ کارگزاری ہفتہ وصولی

(از صفحہ ۳۵)

۵۱ روپے سالانہ اجتماع بقایا ہیں جو کہ اکتوبر ۱۹۶۷ء تک ادا کرنے ہیں۔ یعنی تقریباً ۸۰ فی صدی رقوم مرکز کی وصول ہو چکی ہیں۔ چندہ مرکز اطفال الاحمدیہ سالانہ چندہ مجلس ۱۷ روپے اور اجتماع سالانہ ۲۵ روپے ہے جس میں سے ہفتہ وصولی کے دوران ۶ روپے ۲۰ پیسے چندہ اطفال اور ۲ روپے ۹۵ پیسے سالانہ اجتماع وصول ہوا۔ چندہ مجلس اطفال تمام سال کا وصول ہو چکا ہے۔ اور چندہ اجتماع ۲۱ روپے ۲۵ پیسے بقایا ہیں جو کہ اکتوبر ۱۹۶۷ء تک ادا کرنے ہیں۔ فقط والسلام

خاکسار

محمد انور ہاشمی

قائد مجلس خدام الاحمدیہ ملتان

قائدین سے ایک سوال

شوریٰ ۶۶ء کے فیصلہ کے مطابق رسالہ تشحیذ کی اشاعت ۵ ہزار تک ہونی چاہئیے قائدین نے اب تک اس بارہ میں کیا کوشش کی ہے؟

مہتمم اشاعت

ابودلامہ - میدانِ جنگ میں

ابودلامہ کا پورا نام زند بن الجون تھا۔ کنیت ابودلامہ تھی۔ بنو امیہ کا آخری زمانہ بھی دیکھا تھا۔ لیکن اس زمانے میں کوئی نمایاں مقام نہ حاصل کر سکا مگر خلفاءِ عباسیہ کے دور میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی بالخصوص خلیفہ منصور عباسی نے اسے اتنا نوازا کہ شاید ہی کسی شاعر کو نوازا ہو۔

ذیل کا واقعہ عباسی دور سے ہی تعلق رکھتا ہے جسے قارئینِ خالد کی ضیافتِ طبع کے لئے عربی سے ترجمہ کر کے پیش کیا جا رہا ہے —— (محمد شفیق قیصر)

ابودلامہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ منصور عباسی کے روبرو مجھے اس حالت میں پہنچایا گیا کہ نشہ کی وجہ سے ر پر بدمستی طاری تھی۔ خلیفہ نے میری حالت دیکھ کر م کھائی کہ سزا کے طور پر مجھے میدانِ جنگ میں بھیجیں گے۔ چنانچہ روح بن حاتم المہلبی مجھے خوارج مقابلہ کی خاطر میدان جنگ میں لے گیا۔

جب دونوں صفیں آمنے سامنے آگئیں تو میں روح سے کہا "اگر مجھے آپ کا گھوڑا مل جائے اسلحہ اور ساز و سامان آپ کے پاس ہے وہ ھے میسر آجائے تو میں اس خوبی سے دشمن کا ہ کروں کہ آپ میرے اس کارنامہ پر خوش ئیں۔" وہ میری یہ بات سن کر بہت ہنسا۔ پھر کہنے لگا "خدا کی قسم دونوں چیزیں میں تمہیں دیتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں کہ تم کس طرح عدہ کو پورا کرتے ہو؟" یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑا اور اس کی زمام میری طرف بڑھا دی اور اپنا اسلحہ بھی میرے حوالے کر دیا اور خود دوسرا گھوڑا اور اسلحہ منگوا کر زیب تن کر لیا۔ جب مجھے یہ چیزیں مل گئیں تو میری خواہش ختم ہو گئی۔ جنگ کے ہولناک منظر کا تصور کر کے میری روح پر کپکپی طاری ہو گئی اور میری آنکھیں کھل گئیں۔

میں نے کہا "اے امیر! مجھے معاف کیجئے میں نے دو شعر کہے ہیں انہیں سن لیں"۔ اس نے کہا "سناؤ"۔ میں نے دو شعر سنائے۔ شعر سن کر کہنے لگا "ان باتوں کو چھوڑو"۔ اسی اثناء میں خوارج کی صف میں سے مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے ایک سپاہی میدان میں آیا۔ روح نے مجھے حکم دیا "ابودلامہ تم اس کے مقابلہ کے لئے جاؤ"۔ میں نے کہا "اے امیر! آپ کیوں میری جان کے درپے ہوئے ہیں؟" وہ کہنے لگا "خدا کی قسم اس کا مقابلہ تم نے ہی کرنا ہے"

مَیں نے کہا "اے امیر! آج کا دن میرے لئے آخرت کا پہلا اور دنیا کا آخری دن ہے۔ بھوک سے میرا بُرا حال ہو رہا ہے مہربانی کر کے کھانا منگوا دیجئے تا کہ کچھ کھا پی کر میدانِ جنگ کا رُخ کروں۔"

رُوح نے فوراً میرے لئے دو چپاتیاں اور ایک بھُنی ہوئی مُرغی منگوائی۔ مَیں یہ دونوں چیزیں لیکر میدانِ جنگ کی جانب روانہ ہو گیا۔ حریف مجھے دیکھ کر میری طرف لپکا۔ مَیں نے کہا "بھائی اتنی جلدی کی کیا ضرورت ہے؟ ذرا سُنئیے تو!"

وہ ٹھہر گیا۔ پھر مَیں نے اُسے کہا "کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا پسند کرو گے جو تمہیں قتل کرنا نہیں چاہتا؟"

اس نے کہا "ہرگز نہیں۔"

پھر مَیں نے کہا "کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرو گے جو تمہارا ہم مذہب ہے؟"

اس نے کہا "قطعاً نہیں"

اس پر مَیں نے کہا "کیا یہ جائز ہے کہ تم اپنے دین کی دعوت دیئے بغیر کسی سے لڑائی کرو؟"

خارجی نے کہا "نہیں! تم پر خدا کی لعنت، یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

مَیں نے کہا "مَیں کیوں بھاگوں آپ میری بات تو سُنیں۔"

وہ کہنے لگا "اچھا کہو کیا کہتے ہو؟"

مَیں نے اس سے پوچھا کہ "آپ یہ بتائیں کہ کیا میرے اور آپ کے درمیان کبھی کوئی دشمنی تھی؟ کوئی جھگڑا تھا؟ اور یہ بھی جانے دو یہ بتاؤ کیا کبھی ہمارے اور آپ کے گھر میں کسی قسم کا تنازعہ ہوا؟"

وہ کہنے لگا "خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوا۔"

مَیں نے کہا کہ "جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں آپ کے بارہ میں بڑی عمدہ رائے رکھتا ہوں اور آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اور تو اور آپ کا مذہب (خوارج کا مذہب۔ مترجم) قبول کرنے کے لئے بھی تیار ہوں، آپ کا دین اختیار کرتا ہوں اور جو آپ کے متعلق بُرا ارادہ رکھتے ہیں ان کا دشمن ہوں۔"

خارجی کہنے لگا "اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ اچھا اب آپ واپس چلے جائیں۔"

مَیں نے کہا "ماحضر تو قبول فرمائیے۔ آیئے ہم دونوں ساتھ ساتھ کھائیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ کھانے سے محبت بڑھتی ہے اور دوسرے یہ کہ لشکر کو بھی علم ہو جائے کہ حریف، حلیف کیسے بن جاتے ہیں؟"

خارجی نے اس پر رضا مندی کا اظہار کیا۔ مَیں نے روٹیاں اور مرغی پیش کی اور ہم دونوں مزے سے کھانا کھانے لگے۔ اہلِ لشکر یہ ماجرا دیکھ رہے تھے اور وہ مارے ہنسی کے بے حال ہوئے جا رہے تھے جب ہم کھا پی چکے اُس نے مجھے رخصت کر دیا۔ مَیں نے کہا "دیکھو بھائی میری ایک بات اور سُن لو کہ میرے لشکر کا

سردار بڑا کم عقل اور بے وقوف ہے، اگر تم
میدان میں ہی ڈٹے رہے اور مقابلہ کے لئے
بلاتے رہے تو اس میں میری سبکی ہے اور وہ
مجھے سخت سُست بھی کہے گا اور ظاہر ہے کہ
اس سے جتنا دُکھ مجھے ہوگا اتنا ہی تمہیں بھی
ہوگا کیونکہ ہم دونوں اب بھائی بھائی بن چکے
ہیں) اسلئے اگر آپ اس میں کوئی حرج محسوس
نہ کریں تو مہربانی کر کے آج واپس اپنے لشکر
میں چلے جائیں، کل جسے چاہیں لڑنے کے لئے
بلالیں۔ اس طرح سے میرے سر سے بلا ٹل
جائے گی۔"

وہ کہنے لگا "کوئی حرج نہیں"
یہ کہہ کر وہ اپنے لشکر میں واپس چلا گیا
اور میں اپنے لشکر میں چلا آیا۔
میں نے رَوح سے کہا "کہیئے جناب کیسا
میرا کارنامہ؟ میں نے تو اپنے حریف کو پسپا
کر دیا۔ اب کسی دوسرے کو بھیجئے گا۔ میں بھی
دیکھوں وہ کیا کرتا ہے؟" رَوح خاموش ہوگیا۔
پھر جب دوسرے شخص نے خوارج کے
لشکر سے مقابلہ کے لئے للکارا تو رَوح نے
مجھ سے کہا "جاؤ"۔ میں نے کہا:۔

"میں روح سے پناہ مانگتا
ہوں۔ وہ مجھے میدان جنگ
میں بھیج رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ
میری وجہ سے میرے قبیلے بنو دثر
کو رسوائی کا مُنہ دیکھنا پڑے
لڑائی کے میدان میں تو دو ٹوک
فیصلہ ہوتا ہے۔ روح اور جسم
کا تعلق منقطع ہوتے وہاں کیا
دیر لگتی ہے؟ تم کو مہلب سے
موت کا اشتیاق ورثے میں ملا
ہے مگر مجھے تو نہیں ملا۔"

رَوح میرے یہ اشعار سُنکر ہنسا اور خاموش
ہوگیا +

(عربی سے ترجمہ)

ضروری اطلاع

بعض احباب خریداران رسالہ "خالد" رسالہ
کے بروقت نہ ملنے کی اطلاع نہیں دیتے اور کئی کئی ماہ
بعد اطلاع دیتے ہیں کہ ہم کو فلاں ماہ سے رسالہ نہیں
مل رہا۔

اسلئے احباب کی خدمت میں یہ اطلاع دی جاتی
ہے کہ جس ماہ کا رسالہ نہ ملے اس ماہ کی پندرہ تاریخ
تک دفتر کو اطلاع بھجوا دیا کریں اس کے بعد یہ سمجھ لیا
جائے گا کہ رسالہ ہر دوست کو پہنچ چکا ہے اور پھر اس
تاریخ کے بعد کسی شکایت آنے کی صورت میں دوبارہ
رسالہ نہیں بھیجا جائے گا۔ نیز اگر رسالہ راستہ میں گم ہو جاتا
ہے احباب اپنے مقامی [illegible] کو اس طرف توجہ دلاتے رہیں
رسالہ ہر ماہ کی پانچ تاریخ کو باقاعدہ [illegible] کر کے روانہ
کر دیا جاتا ہے۔

(مینیجر)

ایڈیٹر کی ڈاک

مکرم ارشد لودھی صاحب ایم۔ اے نوشہرہ صدر سے تحریر فرماتے ہیں:۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مؤدبانہ آداب کے بعد عرض ہے کہ رسالہ خالد جو کہ ماہ جنوری ۱۹۶۷ء کا ہے میں ایک مضمون "طاعون کا ٹیکہ" شائع ہوا ہے جو کہ میرے نانا جان جناب ولی محمد خان صاحب لودھی کے بارے میں ہے اس واقعہ کو میں ذیل میں تفصیلاً لکھ رہا ہوں جو کہ خود ان کی (ولی محمد خان صاحب لودھی کی) زبانی ہے۔ تاکہ آپ اس کو آئندہ خالد میں شائع کر دیں:۔

"جن دنوں میں کشتی نوح کا اجراء کیا گیا تھا اُن دنوں طاعون کا از حد زور تھا۔ کئی لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر باہر دیہات سے جھونپڑیوں میں رہنے لگے۔ اُن دنوں میں یہ ہوتا تھا کہ گھروں سے باہر نکلتے اور لوگوں کے سامنے آکر چکر کاٹ کر گھومتے اور دم دے دیتے۔ اس طرح کی پہلی نشانی تھی جو کہ طاعون کے باعث بنتی۔ گورنمنٹ نے بھی انگیٹھیاں گھروں میں جلانی شروع کر دیں تاکہ جو مول کا اثر ہو سکے۔ اور جو کوئی اپنا گھر بھی چھوڑ جاتا تھا اس کو بھی طاعون ہو جاتا تھا۔ گھروں کے گھر خالی ہو جاتے۔ میں اور شہباز خان (میرے حقیقی بھائی) اور نعمت خان راجپوت اور امام مسجد فضل دین موضع خواجہ صبور تحصیل ترنتارن ضلع امرتسر میں وارد مُردوں کو غسل دیتے اور ایک ہی قبر میں تین تین دفن کرتے۔ میرا بھائی شاہ محمد خان صاحب لودھی مرحوم انجنیئر بمبئی میں تھے انہوں نے لکھا کہ ان کی بیوی کو بمبئی میں چھوڑ آؤں اور ہم کو دو سیکنڈ کلاس ریلوے ٹکٹ بھیج دیئے۔ یہ اُن دنوں کا ذکر ہے جب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بمبئی میں معائنہ کرنے کے واسطے مدن پورہ محلہ میں گئے تھے۔ اُن کی بھی دعوت کا انتظام میرے بھائی شاہ محمد لودھی نے بمبئی میں کیا تھا۔ اور اُن دنوں غیر احمدی مسلم، احمدی آریہ سماج، برہمو سماج اور قائد اعظم محمد علی جناح اپنے اپنے مذہب کی صداقت کے سلسلہ میں دار التبلیغ جو کہ بمبئی میں تھا آتے اور تقاریر کرتے۔ ہم اُن دنوں بگت پوری (جو کہ بمبئی سے ۸۵ میل دور تھا) سے بمبئی آتے۔ بگت پوری کا احمدیہ ہال میرے بھائی شاہ محمد صاحب کی نگرانی میں بنا۔

جب میں اپنی بھاوجہ صاحبہ کو لیکر امرتسر سے دلی ریلوے اسٹیشن پر پہنچا تو وہاں سے گاڑی شام کے وقت بمبئی میل بمبئی کے واسطے چلی سوار

ہونے سے پہلے مَیں نے اپنی بائیں ٹانگ میں تکلیف محسوس کی۔ دیکھنے پر پتہ ہوا کہ مجھ پر طاعون نے حملہ کر دیا ہے۔ گاڑی پر سوار ہونے کے بعد مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا گزری اور مَیں کس طرح اور کس وقت بمبئی پہنچا۔ ٹکٹ پوری سامان بحفاظت اتارا گیا یہاں تک مجھ کو پتہ ہے۔ پھر مجھ کو دو آدمیوں نے کندھوں سے پکڑ کر اپنے گھر تک پہنچایا۔ جب گھر پہنچے تو ایک پلنگ پر لٹا دیا۔ دو چار دفعہ کروٹ لینے سے پلنگ ٹوٹ گیا اور پھر مجھ کو نیچے زمین پر گدیلے پر لٹا دیا اور پھر سرسام بخار کا دورہ شروع ہو گیا اور بے ہوشی میں طرح طرح کی باتیں کرتا رہا۔ دو تین دن کے بعد سرسام بخار تو ہٹ گیا اور ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ اب اس کی زندگی ختم ہے۔ تمام گھر کے افراد نے اس پر رونا پیٹنا شروع کر دیا کہ "ولی محمد اب نہیں بچے گا"۔ اس کے بعد جو رات آئی تو اس کی شام کو ایک کتاب کشتی نوح بابو محمد عثمان صاحب جو کہ بمبئی میں ہیڈ ڈرافسمین تھے، نے میرے بھائی شاہ محمد صاحب کو بھیجی۔ بابو محمد عثمان صاحب احمدی تھے۔ میرے بھائی شاہ محمد صاحب نے وہ کشتی نوح پڑھی اور بعد میں اس تمام اجتماع سے جو کہ میرے اردگرد تھا جس میں ڈاکٹر، انجنیئر وغیرہ تھے پڑھ کر سب نے کہا کہ دعا کرو کہ اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب سچے ہیں تو یہ (ولی محمد) ٹھیک ہو جائے۔ اسی رات مَیں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا سمندر ہے جس میں صرف چار انچ کا لکڑی کا راستہ بنا ہے

مَیں اس پر گزر رہا تھا مگر چونکہ راستہ کم تھا اسلئے مَیں کئی دفعہ سمندر میں گرتے گرتے بچا۔ اسی وقت ایک بزرگ[1] نمودار ہوئے جن کے ہاتھ میں ایک لمبا سا بانس تھا۔ وہ بانس کا ایک سرا مجھے پکڑا دیا اور خود میرے ساتھ پانی میں چلتے رہے۔ جب مَیں سمندر کا راستہ طے کر چکا تو ایک پہاڑ دیکھا۔ اس پہاڑ پر مَیں نے جو نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ بزرگ غائب ہو گئے اور میری آنکھ کھل گئی اور مَیں نے پانی مانگا۔ یہ تقریباً پانچ دن تک بے ہوش رہنے کے بعد تھا جب مجھ کو ہوش آیا۔ اور جب مَیں نے پانی مانگا تو تمام گھر والوں کو جو کہ نا امید ہوئے بیٹھے تھے بہت خوشی ہوئی اور سب نے چلایا کہ "ولی محمد زندہ ہے"۔ سب نے مجھ کو پانی دیا۔ اس واقعہ کے تقریباً تین دن بعد مجھ کو میرے بھائی صاحب شاہ محمد نے مجھ سے اس کتاب کشتی نوح کا ذکر کیا اور مجھ کو کہا کہ تم اب مرزا غلام احمد صاحب کے ہو اور احمدی ہو جس کو مَیں نے بخوشی قبول کر لیا۔ بعد میں میرے دوسرے بھائی بھی احمدی ہو گئے۔ میرے لئے باعثِ فخر ہے کہ مجھ کو میرے بڑے بھائی نے خود

---

[1] طاعون سے ٹھیک ہونے کے بعد مجھ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی گئی جس کو دیکھ کر مَیں بہت ہی حیران ہوا کیونکہ یہ تصویر بالکل اُس بزرگ سے ملتی جلتی تھی جنہوں نے مجھ کو سمندر میں اپنے بانس کا دوسرا سرا دیا اور پہاڑی پر آ کر وہ غائب ہو گئے۔

احمدی کیا اور حلقۂ احمدیت میں داخل کیا۔

احمدیت کی وجہ سے میرے تین بچے دوسری جنگ عظیم میں گئے اور صحیح سالم واپس آ گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی بدولت ہمارے خاندان نے کافی ترقی شروع کی۔ پاکستان کے قیام پر ہم تمام خواصپور سے نوشہرہ میں آ کر آباد ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ احمدیت ہی کی وجہ سے تھا کہ تقسیم ملک کے بعد ہمارے تمام خاندان کے افراد بخیریت امرتسر سے آ گئے۔ میری عمر اس وقت تقریباً ۸۰ سال ہے اور میری بیوی کی عمر ۶۸ سال ہے اور احمدیت کی برکت سے اس وقت تمام خاندان میں ہم دونوں میاں بیوی سب سے عمر میں زیادہ ہیں۔ میرے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں شادی شدہ ہیں اور نوشہرہ میں آباد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نوشہرہ کی جماعت میں سب سے زیادہ تعداد ہیں۔ اور میرے تقریباً ۵۰ پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنا خاص الخاص فضل و کرم کرے۔ آمین ثم آمین۔ قیام پاکستان کے وقت ہم ہندوستان سے تو کچھ نہ لا سکے مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کچھ ہے۔ یہ سب کچھ احمدیت کی بدولت ہے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اور فضل و کرم کرے گا۔"

مَیں نے یہ واقعہ اپنے نانا جان کی زبانی لکھ دیا ہے آپ اس کو خالد میں شائع کر کے مشکور فرمائیں تاکہ دوستوں پر حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب کشتی نوح کی جیتی جاگتی اور حسین دلیل واضح ہو۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں سے احمدیت اور اسلام کا خادم کرے اور ہمارے خاندان پر خاص فضل و کرم کرے۔ آمین ثم آمین +

۲۔ مکرم عنایت اللہ صاحب 86-A گلگشت کالونی ملتان سے تحریر فرماتے ہیں:۔

محترم ایڈیٹر صاحب!

"السلام علیکم۔ آپ ماہ اپریل کے رسالہ "خالد" میں دُعا کے متعلق ایک مفصل اور جامع مضمون شائع کریں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارا تو تمام دارومدار ہی دُعا پر ہے۔ پس آپ اگلے ماہ کے شمارے میں دعا کے متعلق مضمون شائع کریں۔ مہربانی۔"

انشاء اللہ العزیز اگلے ماہ یعنی مئی ۱۹۶۷ء کے شمارہ میں دُعا کے موضوع پر مفصل مضمون شائع کیا جائے گا۔ (ایڈیٹر)

خالد کے "سوال و جواب" کے کالم آپ کے "سوالات" کے منتظر ہیں!

نتیجۂ فکر محترم حکیم سید عبدالہادی صاحب بہاری

ناصحانہ مشورہ

اپنی طاقت دیکھ کر چلنا گوارا کیجئے　　ہر قدم پر غیر کا کب تک سہارا کیجئے

زندگی میں زندگی جب ہر جگہ مفقود ہے　　موت ہی کو زندگی کہہ کر گوارا کیجئے

اپنی طاقت کے بھروسہ کام سب آسان ہے　　غیر کی اُمید سے یکدم کنارا کیجئے

مفلسی میں غیر کا ہرگز نہ ہو دستِ نگر　　پاس جو موجود ہو اُس پر گذارا کیجئے

دونو عالم میں ترقی تم اسی سے پاؤ گے　　ورنہ بدلے منفعت اپنا خسارا کیجئے

عمر گذری روز و شب دنیا کے جھگڑوں میں ہی　　عاقبت کے واسطے کچھ تو خدارا کیجئے

چند روزہ زندگی پر ناز کرنا ہے عبث　　جس سے حاصل ہو بقا اس پر سہارا کیجئے

ہر طرف پھیلا ہوا عیسائیوں کا دجل ہے　　مگر مدبر آپ ہیں تدبیر و چارا کیجئے

وقت کہتا ہے ہمیں غالب رہیں گے آپ ہی　　کام پھر تبلیغ کا جاری دوبارا کیجئے

کارنامہ حضرتِ خالد کو رکھ کے سامنے　　واقعہ یرموک سے کچھ تو سہارا کیجئے

انتہائے معصیت میں قوم مسلم ہے گھری　　رہنما گر آپ ہیں تو اس کا چارا کیجئے

کیا کسی آسیب کا سایہ پڑا ہے آپ پر　　آپ کیوں خاموش ہیں کچھ تو پکارا کیجئے

دین کا ہے معاملہ کوششیں پیہم کریں　　پہلے گر ناکام ہیں پھر بھی دوبارا کیجئے

بنتے پھرتے ہیں جہاں میں آپ تو نائبِ رسول　　اب تکلف چھوڑیئے اسکو گوارا کیجئے

زہد و تقویٰ آپ کا ہادی یہ کیسے مان لے
معصیت سے قوم کو پہلے کنارا کیجئے

ایوانِ محمود رضؓ

(از طرف صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدرِ مجلس)

محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اور اُسی کی دی ہوئی توفیق سے "ایوانِ محمود رضؓ" کی تعمیر اب قریب الاختتام ہے۔ جن مخلصین نے مالی قربانی کر کے اس ایوان کی تعمیر میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ہاتھ بٹایا ہے مَیں دلی خلوص کے ساتھ اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کی حسنات عطا فرمائے اور اس قربانی کو شرفِ قبولیت بخشے۔

اس ضمن میں اُن تمام احباب سے جنہوں نے سابق صدرِ مجلس حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی تحریک پر تعمیر ہال کے لئے ۔/۳۱۳ روپے دینے کا وعدہ فرمایا تھا (اور کسی وجہ سے تاحال ادا نہیں فرما سکے) گزارش ہے کہ تعمیر کے آخری مراحل پر روپے کی شدید ضرورت درپیش ہے۔ پس اس مشکل وقت میں وہ اپنے وعدے کے مطابق جلد از جلد ادائیگی فرما کر مجلس کا ہاتھ بٹائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

خاکسار

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

تبصرہ

کلامِ حسن رہتاسی

سائز ۳۰×۲۰/۱۶ طباعت کتابت معمولی۔ کاغذ نیوز پرنٹ قیمت ۔/۲ روپے۔ ملنے کا پتہ گرین لینڈ بک سنٹر ربوہ۔

حضرت حسن رہتاسی کا شمار جماعت کے معروف شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کا کلام عرصہ ہوا شائع ہو کر شائقین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا تھا۔ اب دوبارہ بعض اضافہ جات کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

آپ کی نظمیں بہت دلچسپ ہوتی تھیں۔ ان کے اکثر حصے لوگوں کو یاد ہیں اور اکثر محفلوں میں ان کا تذکرہ رہتا ہے۔ ابھی حضرت حسن کا بہت سا کلام اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے۔ مرتب کو جو میسر آسکا ہے انہوں نے اسے شائع کر کے حضرت حسن کے شائقین کی ضیافتِ طبع کا انتظام کیا ہے +

Reg. No. L 5830

Monthly **Khalid** Rabwah

ملتان کے خدام اپنے قائد محمد انور [...] معیت میں "وقار عمل" میں مصرو[ف ...]

نائجیریا مغربی افریقہ میں احمدی نوج[...]ن اور بچے مسجد کی تعمیر کے لئے وقار عمل میں [...]صروف ہیں -

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں [...] ہے +